(ہشیار باش - زشتہ نیا بھیجنے والا ہے ...)
REGD No P. 67
اور مولوی محمد ... صاحب

رجسٹرڈ نمبر ۔ ۷

انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ

لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

انّ محمود و الحکیم علی نوح و اعز بیبہ اخرجہ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۳

شمارہ ۲۶

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

نائب: فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ - / ۷ روپے
ششماہی - / ۴ "
ممالک غیر - / ۵ "
فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۲۵ احسان ۱۳۴۳ھش	۱۵ صفر ۱۳۸۴ ہجری	۲۵ جون ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۳ جون۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ مورخہ ۲۰ جون بوقت ۸ بجے صبح کی آخری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دن بھر حضور کو ضعف کی تکلیف رہی۔

احباب خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۴ جون۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔ محترمہ بیگم صاحبہ مورخہ ۲۱ کو مع عزیز صاحبزادہ مرزا کلیم احمد پاکستان سے بخیریت واپس تشریف لے آئی تھیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کو پہلے سے کسی قدر افاقہ ہے۔ احباب موصوفہ کی صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ہر ایک پاکبازی کی اصلی جڑ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا ہے

اطمینانِ کامل کیلئے ایمان کامل ضروری ہے

(ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ):

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

یقیناً سمجھو کہ ہر ایک پاکبازی اور نیکی کی اصلی جڑ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ جس قدر انسان کا ایمان باللہ کمزور ہوتا ہے اسی قدر اعمالِ صالحہ میں کمزوری اور سستی پائی جاتی ہے۔ لیکن جب ایمان قوی ہو اور اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام صفات کاملہ کے ساتھ یقین کر لیا جائے۔ اسی قدر عجیب رنگ کی تبدیلی انسان کے اعمال میں پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا گناہ پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایمان اس کی نفسانی قوتوں اور گناہ کے اعضاء کو کاٹ دیتا ہے۔ دیکھو اگر کسی کی آنکھیں نکال دی جائیں تو وہ مردہ آنکھوں سے بدنظری کیونکر کر سکتا ہے اور ان آنکھوں کا گناہ کیسے کریگا۔ اور اگر ایسا ہی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں پھر وہ گناہ جو ان اعضاء سے متعلق ہیں کیسے کر سکتا ہے ٹھیک اسی طرح پر جب ایک انسان نفس مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے تو نفس مطمئنہ اسے اندھا کر دیتا ہے۔ اور اس کی آنکھوں میں گناہ کی قوت نہیں رہتی۔ وہ دیکھتا ہے۔ اور نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھوں کے گناہ کی نظر سلب ہو جاتی ہے۔ وہ کان رکھتا ہے مگر بہرہ ہوتا ہے اور جو باتیں گناہ کی ہیں نہیں سن سکتا۔ اسی طرح پر اس کی تمام نفسانی اور شہوانی قوتیں اور اندرونی اعضاء کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اس کی ساری طاقتوں پر جن سے گناہ صادر ہو سکتا تھا ایک موت واقع ہو جاتی ہے اور وہ بالکل ایک میت کی طرح ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ ہی کی مرضی کے تابع ہوتا ہے اور وہ اس کے سوا ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہ حالت ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامل اطمینان اسے دیا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو انسان کا اصل مقصود ہونا چاہیئے۔ اور ہماری جماعت کو اس کی ضرورت ہے کیونکہ اطمینان کامل حاصل کرنے کے واسطے ایمان کامل ضروری ہے۔ پس ہماری جماعت کا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان حاصل کریں۔

(الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء)

خاص تحریکِ دعا

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق خاکسار کی طرف سے روزانہ الفضل میں رپورٹ شائع ہوتی ہے جس سے احباب کو علم ہو گیا ہو گا کہ اب کئی ہفتوں سے حضور کو ضعف زیادہ ہونے لگا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ضعف میں روز افزوں زیادتی ہو رہی ہے جو ہمارے لئے از حد باعثِ تشویش ہے گو طاقت کی دوائیں اور ٹیکے لگ رہے ہیں مگر کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ پس خاکسار اس خاص رپورٹ کے ذریعہ تمام احبابِ جماعت کی خدمت میں عاجزانہ درخواست کرتا ہے کہ احباب اپنے پیارے اور محسن امام کے لئے اپنی دعاؤں کو تیز سے تیز تر کر دیں اور نہایت تذلل اور عاجزی سے اپنے قادر و توانا رب کے حضور سجدوں میں گرے رہیں کہ وہ قادر ہے اور اس کی قدرت میں ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہمارے امام کو کامل و عاجل شفا عطا فرما دے اور حضور کی زندگی میں اپنے خاص فضل سے بہت برکت ڈال دے۔ ارحم یا رب العالمین۔

احبابِ جماعت کو چاہیئے کہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اور نمازوں میں اور خصوصیت سے نماز تہجد میں حضور کی صحت اور زندگی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

پچھلے دنوں کچھ دوستوں نے منذر خوابیں بھی دیکھی ہیں لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان ہے منذر خواب دیکھنا ایک لحاظ سے بہتر بھی ہوتا ہے کیونکہ انسان اس کے بعد دعا میں تذلل اور عجز اختیار کرتا ہے اور صدقات دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص دستِ قدرت سے وہ تقدیر ٹال دیتا ہے۔ پس دوست مایوس نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین کے ساتھ اس کے آستانہ پر ہر وقت گرے رہیں اور صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دیتے رہیں۔ جو انفرادی بھی ہوں اور جماعتی بھی۔ اللہ تعالیٰ جماعت کا حافظ و ناصر ہو اور اس کی تضرعات کو قبول فرما کر ہمارے پیارے امام کو اپنے خاص دستِ قدرت و شفا سے کامل و عاجل شفا عطا فرما دے اور لمبی زندگی عطا فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔ والسلام

خاکسار (ڈاکٹر) مرزا منور احمد ۲۴/۶/۶۴

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۵ جون ۱۹۶۴ء

تعاون کیلئے وزیر اعظم کی اپیل

وزارتِ عظمیٰ کا قلمدان سنبھالنے کے بعد مسٹر شاستری نے ۲۳ جون کو راجدھانی سے دار دھا ایک پہلا سفر کیا۔ آپ وہاں ونوبا بھاوے جی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وار دھا میں بھاری پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ "وہ دیش کو خوشحالی کی منزل کی سمت آگے لے جانے کے لئے نئی حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ آپ نے کہا کہ مسٹر نہرو کی وفات سے مجھ پر بھاری بوجھ اور ذمہ داری آپڑی ہے۔ جانے والے مہان نیتا کی دلی خواہش تھی ہمارے ملک میں بیکاری اور غریبی نہیں رہنی چاہیئے۔ اس کے لئے عظیم کوششوں کی ضرورت ہے۔ اور سب کو سخت محنت کرنی ہوگی۔

اس موقعہ پر آپ نے ایک اور پُرلطف بات یہ بھی کہی کہ میں پردھان منتری بننے کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتا۔ میں اسی صورت میں یہ سمجھوں گا کہ میں نے دیش کے بھلے کا کام کیا ہے۔ جبکہ میں لوگوں کے تعاون اور پیار سے اپنے کام کے اچھے اور ٹھوس نتائج دکھا سکونگا۔ ملک کے جملہ مسائل کو حل کرنے کے لئے حکومت کو لوگوں کے مکمل تعاون کی ضرورت ہے"۔

اس قسم کے خیالات کے اظہار میں مسٹر شاستری کی بلند شخصیت کا پتہ چلتا ہے کہ باوجود ملک کے بہت بڑے عہدے پر فائز ہو جانے کے اپنے دل میں کسی طرح کی بڑائی کا احساس نہیں دلا رہے۔ بلکہ ان کا دل وطن کی خدمت اور اس کو سربلند کرنے کے خیالات سے معمور ہے۔

دوسری بات جو موصوف نے اس موقعہ پر کہی وہ حالاتِ حاضرہ کے عین مطابق ہے۔ اور اس بڑی ذمہ داری کے عہدہ پر فائز ہونے والے کو اس بات کی طرف اپنے ملک واسیوں کی توجہ مبذول کرانے کی ضرورت تھی اور وہ ہے لوگوں کے تعاون کی اپیل!! حقیقت یہی ہے کہ ایک انسان ذاتی طور پر خواہ کیسی ہی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو اور بڑا قابل ہو پبلک زندگی میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جبکہ اس کو دوسرے افراد کی مدد حاصل نہ ہو۔ ایک مضبوط بازو اس وقت تک کام کا نہیں جب تک کہ ہاتھ کی انگلیاں اس کا ساتھ نہ دیں۔ جب ایک ٹنڈا آدمی دیکھنے میں ہی کچھ ایسا معلوم دیتا ہے کہ اس سے ایسی توقع کیونکر رکھی جا سکتی ہے کہ صحیح سلامت ہاتھ والے کا مقابلہ کر سکے۔

بعض لوگ اپنی ناواقفیت اور ذمہ داریوں کی گہرائی تک نہ پہنچنے کے سبب سطحی رنگ میں سمجھتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی بلند عہدہ دیا بس اس کے ہاتھ میں گویا جادو کی ایک چھڑی آگئی اس کے گھمانے سے سب کام اپنے آپ ہوتے چلے جائیں گے۔ تب تک نہ ایسا کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ دنیا میں ہزاروں ہزار نامور پیدا ہوئے کسی نے ایسا کرشمہ نہیں دکھایا۔ ان کی ناموری اور شہرت کی وجہ ان کی سخت محنت اور مستقل مزاجی سے کام کرنے والوں کا مخلصانہ مشورہ اور تعاون تھا۔ پھر دنیا کا کوئی سا مشہور بادشاہ لے لو کوئی کامیاب جرنیل دیکھو کسی نے اکیلے میدان نہیں جیت لیا۔ گو تاریخ میں نام ایک ہی کا شہرت پاتا ہے۔ مگر حقیقت میں اس کے پیچھے ایک بڑی جمعیت کا ہاتھ کام کر رہا تھا ورنہ اکیلا چنا بھاڑ کو کیا پھوڑے گا۔

اس کی واضح مثال تو خود ہمارے اپنے ملک میں مل جاتی ہے۔ مہاتما گاندھی کو اس بلند مقام پر انہیں دوسروں نے پہنچایا ایک طرف انہوں نے اپنی تمام قوتوں کو ملک کی سیوا میں لگا دیا تو دوسری طرف قوم نے بھی ان کی آواز پر وہ کچھ کر دکھایا جس کا نتیجہ آزادی وطن کے رنگ میں سب کے سامنے ظاہر ہوا۔ پس آج بھی ہم جس شخص کو لیڈر بناتے ہیں یا تسلیم کرتے ہیں اس کے لئے بھی اسی طرح تعاون دینے کی ضرورت ہے۔ نہرو جی بہت بڑے آدمی تھے انہوں نے اپنی زندگی میں قوم و وطن کے لئے بڑے بڑے کام کئے اور ساری دنیا میں نام پایا مگر ان کی ناموری اور شہرت میں بھی ان کی قوم کا بڑا ہاتھ ہے۔ الغرض اپنے ملکی نیتاؤں کے ہاتھ کو مضبوط کرنا خود اپنے آپ کو مضبوط بنانا ہے کسی قوم کے لیڈر یا نیتا انسانی دماغ کے قائم مقام ہوتے ہیں اور قوم کے افراد جسم کے باقی اعضاء کی مانند جس طرح صحیح سالم جسم انسانی کا ایک ایک عضو دماغ کی منشی سے مختلف ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر وقت تیار ہوتا ہے اسی طرح ترقی پانے والی قوموں کا حال ہے۔

علاوہ ازیں صحیح طور پر تعاون اس صورت میں ممکن ہے جب قوم کے مختلف افراد میں باہمی اتحاد پایا جاتا ہو ان میں یکجہتی موجود ہو ان کا اندازِ فکر خیالات کی پرواز یکساں ہو۔ ملک کی تعمیر میں وہ ایک ہی نہج پر سوچتے ہوں اس طرح پر تفرقہ کی تھوڑی طاقت بھی مل کر بڑا وزن پیدا کر لیتی ہے باریک باریک تنکوں کی الگ حیثیت کچھ بھی قابلِ ذکر نہیں سمجھی جاتی۔ لیکن جب ایک ترتیب کے ساتھ رسی میں باندھے جاتے ہیں تو ان کو توڑنے کے لئے ایک بڑی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جناب وزیر اعظم صاحب کی طرف سے لوگوں کو تعاون کی اپیل کرکے گویا بہتر رنگ میں انہیں ان کے احساس ذمہ داری کو بیدار کیا ہے۔

ہم میں سے قریباً ہر شخص ہی اس بات کا بخوبی علم رکھتا ہے کہ حصولِ آزادی کے بعد ملک میں جمہوری نظامِ حکومت کا نفاذ اسی ذمہ داری کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہر ملک واسی پورے احساس کے ساتھ اس ذمہ داری کو سمجھے اور اس امر کا لحاظ رکھے کہ اس کے اچھے یا برے کردار کا اثر سارے ملک پر پڑ رہا ہے۔ ملک کی تعمیرِ نو اور اس کو ترقی کے بامِ عروج تک پہنچانے کے لئے درحقیقت سبھی ملک واسیوں کی مل جلی کوششوں کی ضرورت ہے۔ منفرد طور پر ایک قطرے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی لیکن جب یہی قطرہ دوسرے ہزارہا قطرات کے ساتھ مل جاتا ہے تو بڑی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔ ملک کو جو آزادی ملی ہے وہ اسی "تعاون" ہی کی برکت سے اب جو ترقی کی شاہراہ پہ لے چلنا ہے تو بھی اسی آزمودہ نسخہ کو عمل میں لانے کے ساتھ ——— جمہوریت میں عوام کے منتخب نمائندوں ہی سے نظامِ حکومت کو چلانے والے افراد بنتے ہیں۔ جو اپنی عقل و دانش سے ایک لائحہ عمل طے کرتے ہیں وسیع پیمانے پر اس کو کامیاب بنانا صرف انہیں گنے چنے افراد کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ لاکھوں کروڑوں افراد کی متحدہ کوششوں سے کامیابی کے پھل لگیں گے۔

بعض ناسمجھ لوگ اس کو بڑا کام سمجھتے ہیں کہ نڈر بیٹھے حکومتِ وقت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرتے رہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کا ایسا کرنا قوم و ملک کو کس قدر نقصان دہ ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ حقیقت میں قوم کی قوت کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کے کسی کارندہ کے کام میں نقص ہو سکتا ہے۔ ہر ایک سے غلطی کا امکان ہے اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ جو کوئی بھی میدانِ عمل میں آکر کام کرتا ہے اس سے غلطیاں بھی سرزد ہونگی اور اس کی بعض خامیاں منظرِ عام پر آئینگی لیکن ایسے موقعہ پر اصل دیکھنے والی بات وہ نسبتی کامیابیاں ہیں۔ اور مجموعی طور پر ترقی کی طرف اٹھنے والے وہ قدم ہیں جو شب و روز کی محنت کے نتیجہ میں اٹھے اور قوم و ملک کی حالت کو بدل دینے کا باعث بن گئے۔ پس نامناسب قسم کی نکتہ چینی کی جگہ اس طریق کو اپنانے کی زیادہ ضرورت ہے جس سے حکومت کے ہاتھ مضبوط ہوں ہمارا اتحاد بڑھے

ہمارے نزدیک سب سے بڑا تعاون تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کام کو خوب محنت جانفشانی سے کرے اور دیانتداری کے ساتھ سرانجام دے اور پھر اپنے ہمسایہ افراد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اگر آپ اپنے کام میں سستی کرتے ہیں کام چور ہیں دیانتداری کا معیار [illegible] آپ کے ہمسائے آپ کے حسنِ سلوک کے امیدوار نہیں بلکہ سب آپ کی بدسلوکی سے نالاں ہیں تو یاد رکھئے ایسے افراد کے گروہ ملک و قوم کے لئے کوئی اچھی مثال پیش نہیں کر رہے بلکہ اس آدمی کی طرح سمجھے جائیں گے جو اسی شاخ کو کاٹ رہا ہو جس پر وہ خود بیٹھا ہے۔ یا اس درخت کی جڑوں پر تبر چلانے والا ہے جس کے ثمریں پھل اس کی غذا کا ذریعہ اور اس کا ٹھنڈا سایہ اس کے لئے راحت و آرام کا ذریعہ ہے۔

پس یہ تعاون کی ایک شق ہے کہ آپ آپس میں بہت محبت سے رہیں۔ آپ کا ہمسایہ آپ سے خوفزدہ نہ ہو آپ اپنے اقتدار اور رعب سے کسی کا حق مارنے والے نہ ہوں ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کے ماننے والے بستے ہیں ان کے مذہبی خیالات کو برداشت کرنا ان کے وجود سے عقیدہ کی مخالفت کی بنا پر نفرت نہ رکھنا ملک کی سیکولر تصور کے منشاد کے خلاف ہے ہمیں اپنے اندر زبردست قوت برداشت پیدا کرنی ہوگی۔ اپنے نقطۂ نظر کو [illegible]

قادیان میں ایک درویش کا نکاح

مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب ولد مکرم چوہدری نور محمد صاحب معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ کے نکاح کا اعلان ہمراہ محترمہ شہیدہ محبوب صاحبہ بی اے دختر سید محبوب حسن صاحب ایڈووکیٹ مرحوم ساکن مونگھیر (بہار) بعوض اڑھائی ہزار روپیہ مہر مسجد مبارک میں مورخہ ۱۹ جون کو بعد نماز عصر جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے کیا۔

گزشتہ مارچ میں مکرم مولوی صاحب کی اہلیہ بوقت زچگی چھ کمسن بچے بچیاں چھوڑ کر وفات پا گئی تھیں۔ جن کی پرورش کا مسئلہ بے حد دشوار تھا۔ احباب دعا فرمائیں کہ یہ رشتہ بابرکت اور محترمہ بچوں کے لئے ہمدرد والدہ ثابت ہو۔

——— ایڈیٹر ———

خطبہ جمعہ

کام کو پوری ہمت، محنت اور اخلاص کے ساتھ کرو اور پھر نتیجہ اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دو

یہی وہ حقیقی توکّل ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید کے ذریعہ دی ہے

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ کی پُر معارف تفسیر

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ——— فرمودہ ۲۱ر مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مومن کا نام متوکل رکھا ہے۔ اور مومن کی اس صفت کو اس قدر پسند فرمایا ہے کہ فرماتا ہے جو لوگ متوکل ہو جاتے ہیں ہم ان سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

توکّل کیا چیز ہے

اس کے متعلق مسلمانوں میں بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ بعض نے اس کا صحیح مفہوم سمجھا۔ صحیح بیان کیا۔ اور اس پر صحیح طریق سے عمل کیا ہے مگر بعض نے غلط سمجھا۔ غلط بیان کیا اور غلط طور پر ہی عمل کیا۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں میں اس کا مفہوم ہی رہ گیا ہے جو غلط ہے۔ مسلمان توکل کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کوئی کام نہ کرے نکما ہو کر بیٹھ جائے۔ اور

دنیا و ما فیہا سے بے خبر

ہو جائے۔ بلکہ اگر میں حقیقی طور پر اس شخص کی کیفیت بیان کر دوں، جسے آجکل متوکل کہا جاتا ہے تو یہ بھی نہیں کہوں گا کہ نکما ہو کر بیٹھ جائے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی انسان بالکل نکما نہیں دیکھا گیا۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی کام ضرور کرتا ہے۔ خواہ وہ کام اچھا ہو یا بُرا جن لوگوں کو نکما کہا جاتا ہے۔ وہ بھی کوئی نہ کوئی کام ضرور کرتے ہیں۔ وہ آوارہ گردی یا چوری یا کوئی اور بُرائی کرتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی انسان نکما نہیں ملتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ کوئی تو کام کا کام کرتا ہے اور کوئی بے فائدہ لغو یا مضر کام کرتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو نکما کہنا بھی ٹھیک نہیں بلکہ یہ بات حقیقت سے زیادہ قریب ہو گی۔ اگر کہیں کہ وہ ایسے کام کرتے ہیں جن کے کرنے سے ان کی اپنی ذات کو یا دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مثلاً بیٹھے دوستوں سے باتیں کرتے رہے۔ یا عیاشی میں مشغول رہے یہ بھی کام تو ہے۔ مگر اس کا فائدہ کوئی نہیں بلکہ نقصان ہے۔ یا بعض لوگ دوسروں کی بات اُدھر کر کے فساد کراتے رہتے ہیں یہ بھی کام تو بے شک ہے مگر فضول اور تباہ کن یا شراب نوشی افیون یا دوسری مضر عادات کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ بھی کام ہیں۔ لیکن مضر گویا متوکل جنہیں کہتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات سے مذہب یا قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یوں تو وہ کام کرتے ہیں۔ مگر

مذہبی یا قومی کام

نہیں کرتے۔ ہم نے یہ کبھی نہیں سُنا کہ کسی متوکل نے کھانا چھوڑ دیا ہو۔ بیوی کو طلاق دے دی ہو۔ بچوں کو گھر سے نکال دیا ہو۔ یا جائداد غرباء میں تقسیم کر دی ہو۔ جو اپنی چیز ہے اسے تو وہ خوب سنبھال کر رکھتے ہیں۔ لیکن جو خدا کے کام ہیں یا قومی حقوق ہیں ان کے متعلق وہ کہہ دیتے ہیں۔ توکل کرنا چاہیئے۔ جب کوئی ایسی بات ہو جو خدا تعالےٰ کی طرف سے فرض ہو تو کہہ دیں گے توکل کرو۔ اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دو۔ لیکن کھانا کھانے کا سوال ہو تو سب سے پہلے ہاتھ دھو کر دسترخوان پر بیٹھ جائیں گے۔ وہاں یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم تو متوکل ہیں۔ اگر بیوی بچوں میں آرام سے بیٹھ کر وقت گذارنے کا سوال ہو تو وہ ہرگز توکل نہیں کریں گے۔ اگر دوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر باتیں کرنی ہوں تو کبھی نہیں کہیں گے۔ ہم متوکل ہیں۔ اپنے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ خود ہی باتیں ہو جائیں گی اگر کسی پر غصہ آجائے تو اُسے گندی سے گندی گالیاں دیں گے۔ اور کبھی یہ خیال نہیں کریں گے کہ ہم متوکل ہیں گالی کا جواب گالی سے دینے کی کیا ضرورت ہے ہماری طرف سے فرشتے خود ہی اسے جواب دیدیں گے۔ اس وقت تو ان کا توکل نہیں ٹوٹتا لیکن جب خدا تعالےٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی بجا آوری کا سوال ہو تو انہیں توکل یاد آ جاتا ہے۔

ایک واقعہ

یاد آ گیا۔ میں ایک دفعہ لاہور سے آ رہا تھا ڈپٹی محمد شریف صاحب جو ان دنوں بیمار رہے اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا کرے میرے ساتھ تھے۔ ایک گاڑی کے سامنے بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ ڈپٹی صاحب نے مجھے بتایا کہ اس کمرہ میں ایک پیر صاحب بیٹھے ہیں جن کا فتویٰ ہے کہ جو شخص کسی احمدی سے بات کرے اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ میرا تو ارادہ تھا کہ وہیں بیٹھوں لیکن انہوں نے کہا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں اور ہم دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے۔ لیکن اتفاق سے اس درجہ کا کوئی اور کمرہ ہی نہ تھا جس کا میرے پاس ٹکٹ تھا۔ اس لئے میں وہیں جا بیٹھا۔ جس وقت گاڑی چلنے لگی تو ایک مرید نے پیر صاحب سے پوچھا کیا کھانے کے لئے کچھ لاؤں۔ پیر صاحب نے کہا نہیں۔ کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن جب گاڑی چل پڑی اور ابھی پلیٹ فارم سے کچھ دور گئی ہو گی کہ پیر صاحب نے گاڑی سے سر نکال کر نوکر کو آواز دی۔ کچھ کھانے کو بھی تو لاؤ۔ میرا بھوک سے بُرا حال ہے۔ میں نے دل میں کہا ان لوگوں کی حالت کا

ایک نمونہ

تو یہ ہے جو اس وقت نظر آیا۔ نوکر نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ خشک میوہ جو تھا وہی لاؤ۔ نوکر نے خشک میوہ جو پشاور کی طرف سے آتا ہے لا کر دے دیا۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا لیکن معاً [illegible] آیا کہ [illegible] اور بھی آدمی پاس بیٹھا ہے۔ اس پر مجھے کہا آپ بھی کھائیں۔ میں نے کہا مجھے نزلہ کی شکایت ہے اور ترش میوہ نزلہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے معذور ہوں۔ لیکن پیر صاحب نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جو کرنا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے [illegible] نا ہے [illegible] اس لئے آپ اس کا [illegible] نہ کریں۔ اور کہا [illegible] نے کہا پیر صاحب [illegible] اور [illegible] بھی [illegible]

میرا بھی ہم نے یوں ہی ٹکٹ لئے اور روپے خرچ کئے۔ اگر خدا تعالےٰ کو ہمارا پہنچانا منظور ہوتا تو خود ہی پہنچ جاتے۔ ٹکٹ لے کر گاڑی میں سوار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے اسباب بھی تو پیدا کئے ہیں۔ میں نے کہا یہی تو میرا مطلب تھا جسے آپ تقدیر سے غلط ثابت کرنا چاہتے تھے۔ آخر میں نے ان سے وہ انجیر میں نے لیں اور کھانا تو نہیں نے لیا ہوا وہ مجھ سے ایک دوست نے لے لیں کہ جب پیر صاحب احمدی سے گفتگو کرنے کی وجہ سے کسی کے نکاح کے فسخ ہونے کا فتویٰ دیں گے تو میں یہ نکال کر ان کے سامنے رکھ دوں گا کہ پہلے آپ اپنا تو نکاح دوبارہ پڑھوائیں۔ تو آجکل لوگوں نے توکل کا

عجیب مفہوم

سمجھ رکھا ہے۔ جو کام اپنے مطلب کا ہوتا ہے۔ اسے تو کر لیتے ہیں۔ اور جو نہیں کرنا چاہتے اس کے متعلق توکل کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ توکل کا مفہوم اللہ تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ میں اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ میں بیان فرمایا ہے۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ کے معنے توکل کے دو حصے ہوتے ہیں۔ عملی اور ایمانی۔ گویا یہ لفظ اپنے اندر دو شاخیں رکھتا ہے۔ ایک عملی اور دوسرا عقیدہ کے لحاظ سے۔ جو حصہ عمل سے تعلق رکھتا ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ میں نے اپنے کام کو پورے طور پر

خدا تعالےٰ کے سپرد

کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے اپنے نکاح کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا ہے۔ تو کیا کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ جس کے سپرد کیا گیا ہو نکاح کرنے والے کی جگہ وہی ایجاب قبول بھی کرے کسی کے سپرد کر دینے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس کے لئے اپنے حسب منشاء انتظام کرے دو [illegible] کہ میں دونوں عورت

سے تمہارا نکاح پسند کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہے بہت اچھا۔ مجھے منظور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارے نکاح کے لئے فلاں تاریخ مقرر کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہے بہت اچھا۔ وہ کہتا ہے۔ میرے خیال میں اس قدر مہر مقرر ہونا چاہیئے۔ یہ کہتا ہے ٹھیک ہے۔ وہ کہتا ہے۔ اتنا زیور انہیں دینا چاہیئے۔ یہ اسے منظور کر لیتا ہے۔ لیکن ایجاب قبول خود اسے ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور نکاح کا معاملہ کسی کے سپرد کر دینے کے یہ معنے نہیں کہ وہ خود ہی عورت تلاش کرے۔ اپنے پاس سے زیور کپڑا دے۔ خود ہی مہر ادا کرے اور آپ ہی جا کر کہہ آئے کہ مجھے منظور ہے بلکہ صرف یہ معنے ہوتے ہیں کہ میں اپنے ارادہ کو چھوڑتا ہوں۔ اور جس طرح تم پسند کرو گے اسی طرح کروں گا۔ پس توکل کے معنے بھی یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو

نظام اور طریق عمل

مقرر کیا ہے ہم اس پر عمل کریں گے اور جس طرح وہ حکم دے گا اسی طرح کریں گے۔ جس طرح نکاح کا معاملہ سپرد کر دینے والا کہتا ہے کہ جو سسرال تم تجویز کرو گے میں منظور کروں گا۔ جس جگہ نکاح پڑھوانے کیلئے مجھے کہو گے جاؤں گا اسی طرح توکل کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو راستہ میرے لئے تجویز کر دیا ہے میں اسی پر چلوں گا۔ پس توکل کا عملی حصہ یہ ہے کہ انسان کہتا ہے اے رب العالمین جو قواعد تونے میرے لئے مقرر کئے ہیں مجھے منظور ہیں تو جو کہے گا میں کروں گا۔ ایاک نعبد میں یہی بتایا ہے کہ میں عملی طور پر اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے مقابل میں اھدنا الصراط المستقیم فرمایا۔ یعنی اے خدا میں نے اپنے آپ کو پورے طور پر تیرے حوالے کر دیا ہے۔ اب آپ ہی بتایئے۔ میں کیا کروں۔ اگر توکل کے یہ معنے ہوتے کہ عمل ترک کر دیا جائے۔ تو اھدنا الصراط المستقیم کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں نے تو توکل کر لیا ہے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ فرائض آپ اپنے پاس ہی رکھئے اب مجھے کسی عمل کی کیا ضرورت ہے۔ مگر نہیں۔ بلکہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے تجھ پر کامل توکل کر لیا ہے۔ اب آپ ہی بتایئے میں کیا کروں

مجھے عمل کا طریق بتایئے

کیونکہ میں نے آپ کی ہی ماننی ہے۔ آپ کے مقابلہ میں اور کسی کی ہرگز نہیں مانوں گا اس درخواست کا جواب آگے اللہ تعالیٰ نے الحمد سے والناس تک دیا ہے۔

جب بندہ نے کہہ دیا کہ میں تیری مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا تو قرآن نازل ہوا۔ گویا توکل کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ جس طرح خدا کہے

گا کروں گا۔ اور قرآن کریم پر عمل کروں گا دوسرا اعتقادی رنگ ہے۔ یعنی نتیجہ کے لحاظ سے انسان یہ سمجھے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کرے گا۔ وہی ہو گا۔ عمل کے لحاظ سے تو یہ کہے کہ جو خدا کہے گا وہی کروں گا لیکن

نتیجہ کے لحاظ سے

یہ سمجھے کہ جو خدا کرے گا وہی ہوگا۔ اگر کسی طالب علم کے کئی استاد ہوں تو کسی ایک سے مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب ایک ہی ہو تو اسی پر توکل کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان دعائیں بہت زیادہ کرتا ہے۔ جب یہ خیال ہو کہ بہت سے لوگ ہیں جن سے میں عندالضرورت مدد لے سکتا ہوں تو انسان زیادہ مضطرب نہیں ہوتا لیکن جو یہ سمجھے کہ ایک ہی در ہے اور اس کے سوا میرا کوئی آسرا نہیں۔ تو اس خیال سے ہی وہ رو پڑتا ہے اور کہتا ہے میں تجھے چھوڑ کر اور کہاں جاؤں۔ گویا توکل عملی انسان کو عمل میں اور توکل اعتقادی دعا میں تیز کرتا ہے۔ اسی لئے توکل کے بعد کہتا ہے ایاک نستعین تیرا دروازہ چھوڑ کر میں کہاں جاؤں۔ اس طرح انسان کو عملی لحاظ سے بھی اور عقیدہ کے لحاظ سے بھی خدا پر توکل کرنا سکھایا جس سے دعا میں زیادہ رقت۔ درد اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف اس طرح جھکتا ہے کہ گویا اپنے آپ کو اس کی راہ میں مٹا ڈالتا ہے۔ اور

اسی کا نام حقیقی توکل ہے

ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ باہر سے ملنے کے لئے آئے۔ چونکہ انہیں شدید عشق تھا اس لئے ضبط نہ ہو سکا اور اونٹوں سے اتر کر فوراً دوڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا۔ اونٹ باندھ آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کے توکل پر کھلے ہی چھوڑ دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو۔ پھر توکل کرو۔ یعنی عمل تم کرو۔ اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔ مومن جس قدر سب سے

زیادہ کام

کرتا ہے۔ صحابہ کرام دن رات مشغول رہتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر عبادات کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ کیوں اتنی دعائیں کرتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں

شکر گذار بندہ

نہ بنوں۔ اگر توکل کے معنے یہ ہوتے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے۔ تو

سب سے زیادہ اس پر عمل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ سب سے بڑھ کر متوکل تھے۔ مگر آپ سب سے زیادہ مشغول رہتے تھے۔ اور کوئی فرصت کا وقت آپ کا نہیں ہوتا تھا۔ تو پھر سب سے زیادہ توکل تو جنت میں ہو سکتا ہے۔ مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی مشغولیت ہوگی جیسے فرمایا فی شغل فاکھون وہاں تو ہر چیز

خدا تعالیٰ کی طرف سے

ملتی ہے اس لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہیئے تھا۔ مگر وہاں کے بھی شغل کو تحفہ کے طور پر استعمال کر کے بتایا کہ وہاں فاکھون ہوں گے۔ یعنی انسان کام سے تنگ نہیں آجائے گا۔ اور تھکے گا نہیں۔ بلکہ خوشی محسوس کرے گا۔ اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہوگا۔ انسان تنگ اس وقت آتا ہے۔ جب دائرہ عمل محدود ہو۔ اس سے اس کے دل میں بہت کوفت محسوس ہونے لگتی ہے۔ مگر جنت میں چونکہ دائرہ عمل بہت وسیع ہو گا اس لئے انسان کوفت محسوس نہیں کرے گا۔ بلکہ کام کرنے کے باوجود اس کے اندر بشاشت رہے گی بس مومنوں کو

متوکل بننا چاہیئے

خصوصاً اولاد کو متوکل بنانا چاہیئے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے بہت سے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ بیسیوں مرد۔ عورتیں اور بچے نکمے رہتے ہیں۔ میں سالہا سال سے دیکھ رہا ہوں کہ بعض لوگوں کے لڑکے نہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور کام کرتے ہیں ماں باپ سمجھتے ہیں خدا تعالیٰ کھانے کو دے رہا ہے۔ انہیں کھانے دو۔ لیکن اتنا نہیں سوچتے۔ کیا خدا تعالیٰ نے یہ اس قدر وسیع نظام اور یہ

تمام کائنات

کھانا کھانے کے لئے ہی پیدا کی ہے۔ اس بوجھ کو تو کوئی بادشاہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا بیٹا نکما رہے اور وہ خدا نعوذ باللہ سامنے یہ جواب دے کہ تو نے کھانے کو بہت دے رکھا تھا اس لئے میں نے اپنی اولاد کو کسی کام پر لگانا مناسب نہیں سمجھا۔ قرآن کریم میں الموؤدۃ سئلت آیا ہے اور وہ اولاد جسے کسی کام کا نہیں بنایا جاتا وہ بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔ کھانے کے لحاظ سے تو گدھا یا بیل انسان سے بہت زیادہ کھا لیتا ہے مگر ان کیلئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھیجا گیا۔ ان کے لئے قرآن کریم نہیں اتارا گیا۔ کیونکہ وہ دماغی طاقت جس پر انسان کی قیمت کا انحصار ہے ان میں

نہیں۔ پس جو شخص اپنی اولاد کو کسی کام کا نہیں بناتا۔ وہ ان کے جسم کو تو تکلیف سے بچاتا ہے مگر

روح کو تباہ

کر دیتا ہے۔ اولاد کی جڑیں کاٹ دیتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی روحوں کے اندر کھڑا ہوگا جن پر الموؤدۃ کا الزام ہوگا۔ بے ہودہ وقت ضائع کرنا روحانیت کو مارنے والی چیز ہے اور جو انسان اپنی اولاد کو اس طرح تباہ کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو ضائع کرنے والا ہے۔ اور یقیناً خدا تعالیٰ کا دشمن ہے

متوکل خدا تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے

مگر اب نکما آدمی دنیا میں ایک تو تبار جو خدا تعالیٰ کا محبوب بن گیا ہو۔ مگر ایسا انسان تو محبوب بھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے محبت بھی اسے ہی نصیب ہو سکتی ہے جو وقت کی قدر جانتا ہو۔ اگر ایک آدمی خود بھی

سست ہے اور اولاد کو بھی سست اور نکما رکھے۔ تو وہ متوکل نہیں بلکہ توکل کا سخت مخالف اور

توکل کی جڑ کاٹنے والا

ہے۔ ہمارے دوست جب وعدہ کر چکے ہیں کہ وہ دنیا میں ایک نئی جماعت بن کر رہیں گے اور دنیا میں ایک پاک تبدیلی اور انقلاب پیدا کریں گے۔ تو انہیں چاہیئے۔ ایاک نعبد کی روح اپنے اندر پیدا کریں دوسروں سے زیادہ محنت کریں اور پھر نتیجہ کے لئے گھبرائیں نہیں بلکہ اسے خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ فلاں آدمی کے پاس ہماری سفارش کر دو۔

میں سفارش کو ایسا برا سمجھتا ہوں گویا یہ موت ہے۔ مگر پھر بھی اس خیال سے کہ وہ یہ نہ کہیں ہمارا کوئی خیال نہیں رکھا۔ جا کر تو دیتا ہوں۔ مگر اسے نہایت ناپسند کرتا ہوں۔ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی سے روپیہ تو نہ مانگا جائے لیکن چیز مانگ لی جائے۔ کوئی یہ تو نہیں کہتا کہ فلاں سے مجھے دس روپے لے دو لیکن یہ کہہ دیتے ہیں کہ کام کرا دو۔ حالانکہ یہ بھی سوال ہی ہے۔

پس خود محنت کرنی چاہیئے۔ اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ ہاں اگر کسی نے خود کوئی سلوک کیا ہو۔ تو پھر اس سے بدلہ لینے میں حرج نہیں۔ لیکن جس سے کوئی تعلق نہ ہو۔

باہمی لین دین

نہ ہو۔ اسے خواہ مخواہ تکلیف دینا منع ہے

ہے۔ مومن کو متوکل ہونا چاہیئے۔ اعمال میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور دوسرے کا دست نگر نہیں بننا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے فضل سے سامان پیدا کر دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا شاید حضرت خلیفہ اول رضہ

ایک بزرگ کا واقعہ

سنایا کرتے تھے۔ اسے بادشاہ کا حکم ملا کہ آپ کے متعلق ہمارے پاس شکایت پہنچی ہے۔ آپ فوراً حاضر ہوں وہ چل پڑے اور ابھی کوئی بیس میل گئے ہوں گے کہ سخت طوفان اور بارش آگئی۔ وہاں اور کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی ایک کٹیا نظر آئی۔ اس کے اندر وہ گئے۔ تو اندر ایک لنگڑا لولا اپاہج پڑا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بھئی اگر اجازت دو تو تھوڑی دیر یہاں آرام لے لوں۔ اس نے آپ کا نام وغیرہ پوچھا۔ اور جب آپ نے اپنا نام اور مقام وغیرہ کا پتہ دیا۔ تو وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ اور کہا میرے تو بھاگ جاگ پڑے کہ آپ کی زیارت ہو گئی۔ میں تو کئی سال سے دعا کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کی زیارت کا موقعہ دے۔ اس بزرگ نے کہا پھر

تیری کشش

ہی مجھے یہاں لے آئی ہے اور بادشاہ کا حکم محض ایک بہانہ ہے۔ اتنے میں ایک سوار اُدھر سے گزرتا ہوا نظر آیا۔ اس نے اس بزرگ کو ایک تحریر دی کہ دراصل آرڈر دینے میں غلطی ہو گئی ہے آپ کو نہیں بُلایا گیا۔

جب انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ

دوستوں سے مدد

بالکل نہ لی جائے۔ ضرور لی جائے۔ لیکن جس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اس سے لینا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ سوال ہے۔ ہاں اگر خود کسی کا کام کیا جا ہو۔ تو اس سے کام لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ کام بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ ہمارا فلاں سے بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ میں نے ایک دفعہ اسے راستہ بتایا تھا۔ حالانکہ یہ کوئی تعلق نہیں۔ پھر بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہم نے

الیکشن میں ووٹ

دیا تھا۔ حالانکہ یہ بھی کوئی تعلق نہیں ووٹ تو کسی کو تو دینا ہی تھا۔ یہ تو ایسا ہی احسان ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی کے ہاں مہمان

گیا۔ جب چلنے لگا۔ تو میزبان نے کہا معاف فرمایئے گھر میں تکلیف ہونے کی وجہ سے ہم آپ کی اچھی طرح خاطر مدارات نہ کر سکا اس پر مہمان کہنے لگا تم بہت احسان نہ جتاؤ میرا بھی تم پر بڑا احسان ہے۔ جب تم میرے لئے کھانا لانے گئے تھے۔ میں

تمہارے مکان کو آگ

لگا سکتا تھا۔ مگر میں نے نہیں لگائی۔ ملک نے جدوجہد کی اور اپنے لئے حقوق مانگے۔ اور ووٹ دینے کا حق لیا۔ اب اگر ووٹر کسی معقول آدمی کو ووٹ دیا۔ تو یہ کوشش کی کہ ہمارا نمائندہ کوئی نامعقول نہ ہو جائے۔ اور اس طرح اپنا فرض ادا کیا۔ اور اپنا حق استعمال کیا۔ اس شخص پر اس کا کیا احسان ہوا۔ اب مجلس مشاورت میں انجمنوں کے جو نمائندے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ کیا جماعتیں ان پہ احسان کرتی ہیں۔ نہیں بلکہ یہ سمجھتی ہیں کہ یہ ہماری طرف سے کام کرنے چلے ہیں۔ اور اگر نمائندے

دیانت داری

سے کام لیں تو یہ ان کا احسان ہے کہ اپنا حرج کر کے اور اپنا کام چھوڑ کر ہمارا کام کرتے ہیں۔ بس یہ ان کا احسان ہے ہمارا ان پہ یہ کوئی احسان نہیں۔ اس لئے اس کی بناء پر کسی کو تکلیف نہیں دی جانی چاہیئے۔

مومن کے اندر

وقار اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد

ہونا چاہیئے اور جب اس پر ایمان ہو تو وہ ضرور کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہے پس دوستوں کو توکل پر اپنے کاموں کی بنیاد رکھنی چاہیئے اور اپنے اندر ایسا وقار پیدا کرنا چاہیئے۔ کہ دوسرے سمجھیں یہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بھی دوسروں کے دروازوں پر دستک دیتے پھریں تو لوگ یہی کہیں گے۔ کہ ان کے اندر توکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر حقیقی توکل پیدا کرے اور وقار کے لحاظ سے وہ مقام عطا کرے کہ جو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمارے لئے عزت کا باعث ہو۔ آمین۔

درخواست دعا

خاکسار نے خیتا پور کے علاقہ میں پریکٹس شروع کی وہاں مخالفین نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔ منصوبے بنائے چنانچہ اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ آ گیا ہوں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیاب ڈاکٹر اور مخلص مبلغ بنائے اور ہماری مالی مشکلات کو دور فرمائے۔ آمین

خاکسار ڈاکٹر محمد عارف خاں

Muqam Khah P.O. KAWA PORE

Distt gonda (U.P.)

"ہشیار باش"

دُنیا میں آئندہ کیا ہونے والا ہے!

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان

بھارت اور پاکستان کی سیاست کے بارہ میں رائے زنی کرنا تو ہمارا کام نہیں البتہ ایک بات جواب ان کے سامنے کھل کر آرہی ہے۔ اس کے بارہ میں ہم کچھ اظہارِ خیال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ موجودہ زمانہ سے متعلق مذاہب عالم کی مسلمہ پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں ہندوستان میں ایک ریفارمر پیدا ہوا۔ اور اس نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر برصغیر پاک و ہند کے مستقبل کے بارہ جو عظیم الشان خبریں دیں ان میں سے بعض تو ظاہر ہو چکی ہیں اور بعض کے ظہور کا وقت قریب آرہا ہے۔

ہم اس ریفارمر کی صداقت کے اظہار نیز دنیا کی ہمدردی اور خیر خواہی کے لئے ان پورا ہونے والے نشانات کو جب لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو بعض قرآن میں سے ان باتوں کو دیکھ کر سچائی کا اقرار کر لیتے ہیں۔ بعض صرف حیرت کا اظہار کر کے رہ جاتے ہیں۔ اور بعض ان کی ذرا بھی پرواہ نہ رکھتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ پچھلی باتوں کو چھوڑو ہمیں یہ بتاؤ کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ان کو ایسا سوال کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ اگر انہوں نے پورا ہو چکنے والے نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ تو آئندہ پورا ہونے والے نشانات سے کیا فائدہ اُٹھائیں گے۔ مگر خواہ کوئی فائدہ اُٹھائے یا نہ اُٹھائے ہمارا کام ان باتوں کو اُن تک پہنچانا ہے۔ اور جماعت احمدیہ آج سے ستر سال قبل سے ان باتوں کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے۔ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اُن باتوں کا اعلان کر کے اپنا فرض ادا کر رہی ہے اور کرتی چلی جائے گی۔ تا وقتیکہ دنیا ان باتوں سے پورے طور پر مطلع ہو جائے۔ اور اسی فرض کی ادائیگی کے لئے یہ مضمون پیشِ خدمت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنہوں نے اپنے آپ کو اس زمانہ کے ریفارمر کی حیثیت سے پیش فرمایا ہے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں جاپان اور کوریا کی شکست اور تباہی کے متعلق الہام الٰہی سے یہ خبر دی تھی کہ

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت"

(زمانہ بعد ۱۹۰۶ء میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۲ رشتہ ۱۹۵۰ء یورپ۔ ایشیا بالخصوص جاپان)

اور جزائر اور ہندوستان کے متعلق جو کچھ ہونے والا تھا اسے ذیل الفاظ ظاہر فرمایا تھا۔

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں سے قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہ آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے مخفی ارادے جو ایک

بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں۔ ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید تم ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔“

اس میں بلاؤں کے ساتھ ان کا علاج توبہ بتلایا گیا تھا مگر کسی نے فائدہ نہ اٹھایا اور یہ بلائیں جن کی بابت جس ترتیب سے بیان کی گئی تھی اسی ترتیب سے آئیں اور بیان کردہ حالات کا شکار ہوا۔ چنانچہ اول یورپ کی تباہی جنگ عظیم کے ذریعہ سے ہوئی۔ پھر اس جنگ نے اپنا رخ ایشیا کی طرف پھیرا اور جاپان اور کوریا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور جاپان کو شکست نصیب ہوئی۔ اور وہ جو کلکتہ اور دہلی پر قبضہ کے خواب دیکھ رہا تھا اوندھے منہ گرا اور اس کا مصنوعی خدا اس کی مدد نہ کر سکا۔

پھر کوریا کی نازک صورت ہوئی۔ اور اس کی شکست کے ذریعہ سے اس کا نام نقشہ پر نمایاں طور پر ابھرا۔ خبروں میں ان کے بعد ہندوستان کی باری کا ذکر ہے۔ اور اب حالات اسے بھی کھینچ کر اس مرحلہ کی طرف لا رہے ہیں۔ جس کا ذکر پیشگوئی میں واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ملک سے دلی ہمدردی رکھنے والے لوگ آج بھی اتفاق و اتحاد اور یگانگت پر زور دے رہے ہیں۔ اس کے لئے کوشاں ہیں مگر وقت کے امام ہمدرد نے دوبارہ ۱۹۱۹ء میں اس بات کی طرف دونوں قوموں کو پورے خلوص کے ساتھ دعوت دیتے ہوئے واضح الفاظ میں آنے والے حالات اور بلاؤں کے متعلق وارننگ دی تھی اور فرمایا تھا کہ آپس میں عملی اصلاح اور صلح کے ذریعہ سے ان بلاؤں کو ٹلایا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو پھر بلاؤں کا ایک سلسلہ چلتا چلا جائے گا اور لوگ دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ ایک بلا ابھی بس نہ کرے گی کہ دوسری بلا اس کی جگہ لے لے گی۔ آپ نے قرآن کریم سے خدا کے اخلاق کا ذکر کرنے کے بعد پیغام صلح میں آنے والے حالات و بلاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ وارننگ دی تھی کہ

”پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی انہیں اخلاق کی پیروی کریں۔ لہٰذا اے ہموطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام ہے پیغام صلح بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے اور ہماری ہمدردی کا راز آپ کے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرما دیں۔ عزیزو! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے۔ اور انہیں پر عالم عقبیٰ کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دور اندیش عقل شناخت کر سکتی ہے یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس تباہی میں شریک ہو جائیگا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور شیخت سے حقیر کرنا چاہیگی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی اور کوئی ان میں اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہیگا۔ تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا۔ جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہ تعالےٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے اب کینہ کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسب حال ہے دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے کہ جو عین گرمی اور تمازت آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے پس اس دشوار گزار راہ کے لئے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈی کر دے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچا دے۔

ایسے نازک وقت میں یہ عاجز آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور جو کچھ خدا نے مجھ کو خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور برے کاموں سے توبہ نہیں کریگی۔ تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کریگی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سو اے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ۔ اور چاہیئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی کی گردن پر ہوگا۔“

بلاؤں کی آمد اور ان سے بچنے کے طریق کو کیسے واضح الفاظ میں آپ نے قریباً چھیالیس سال قبل شائع فرما کر یکجہتی و صلح کے قیام کے لئے پر زور تحریک فرمائی تھی جو اس وقت تو صدا بصحرا ثابت ہوئی مگر آج زمانہ پکار پکار کر اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر دونوں قوموں کو ہوشیار کر رہا ہے اور آج کی اخبارات میں ہم جلی عنوانوں کے ساتھ اس کے متعلق تحریکات و اعلانات پڑھتے ہیں کہ اگر

ہندوستان اور پاکستان میں
کشیدگی رہی تو پورا برصغیر تباہ
کن شعلوں کی لپیٹ میں آجائیگا
(الجمعیۃ ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء)

ان اعلانات میں گویا نصف صدی پیشتر قادیان کی بستی سے اٹھنے والی تحریک کی صداقت اور اس کے اثرات کا بشرح احساس کے ساتھ اعتراف کر کے ہندو اور پاکستان کو وارننگ دی گئی ہے اور آنے والے حالات سے باخبر اور ہوشیار کیا گیا ہے۔ اب دیکھئے زمانہ نے مجبور کر کے کس طرح اُن سے یہ اعلان کروائے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اب دونوں قوموں کو ان امور کا احساس ہو رہا ہے مگر ہمیں سچی خوشی اُس وقت ہوگی جبکہ وہ ان تحریکات کو عملی رنگ میں اختیار کر کے باہم صلح و اتحاد کے ذریعہ سے امن و سلامتی کی فضا پیدا کر کے اپنے مستقبل کی حفاظت کریں گے۔ اور اپنے ملک کو عظیم تباہی کے گڑھے میں گرنے یا ہنگامہ کے شعلوں کی لپیٹ میں آنے سے بچائیں گے اور مخلوق خدا کے لئے اطمینان کا سانس لینے کا موقع پیدا کر کے دنیا کے سامنے اپنی عقلمندی کا ثبوت پیش کریں گے۔

آپ نے آئندہ آنے والے حالات اور بلاؤں کا نقشہ اشعار میں بھی بڑے دردناک پیرایہ میں کھینچتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ ؎

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی
اٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و امانی
یہ سوسو چھوڑ ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی
کہاں خنزیر یاں میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکر ملکِ جاودانی
یہ ملک و مال ہے بھولی کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی
مگر دل میں یہی ہے تم نے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی
ذرا سوچو یہی ہے زندگانی
خدا نے اک جہاں مجھ کو بتا دی

اسلام میں اجتماعیت کا تصوّر

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

(قسطِ اوّل)

پانی کی ننھی ننھی۔ بے مایہ اور حقیر سی بوندیں — وہ بے جان سے قطراتِ آب جن میں سے ہر قطرہ سطحِ زمین پر پڑتے ہی مٹی میں جذب ہو کر بے نشان ہو جاتا ہے۔ جسے آپ جسم پر ملیں تو دو ہی تین سیکنڈ میں اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہے جس کے اندر کسی زندگی اور قوت کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ وہی بے وقعت سے قطرات جب اپنے اندر ایک اجتماعیت پیدا کر لیتے ہیں۔ جب وہ ناچیز سے اجزا اتنے منتشر اپنے اندر ایک وحدت کی صورت پیدا کر لیتے ہیں تو یہی وہ وحدت اور اجتماعیت ہوتی ہے جسے ہم سیلاب کے نام سے پکارتے اور یہی ان بے مایہ اور حقیر سی بوندوں کی اجتماعیت کا ایک پُر شوکت و پُر ہیبت مظاہرہ ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ سے مسل کر بے نشان کی جا سکنے والی چیز مٹی کے ذرات میں جذب ہو کر ناپید ہو جانے والی چیز معمولی سی تمازتِ آفتاب کے اثر سے ہوا میں تحلیل ہو جانے والی چیز جب مجتمع ہوتی ہے تو ایک قوت بن جاتی ہے۔ ایک ایسی قوت کہ سنگ و آہن کے بڑے بڑے بند اس کے سامنے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ وہ لوہے فولاد سیمنٹ اور کنکریٹ کے سینے پر بنا ہن کر سوراخ کرتے ہوئے آگے نکل جاتی ہے۔ اپنے ہی زور اور بل بوتے پر ایک راستہ بناتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔ اور شہروں اور بستیوں کو ویران اور پیوندِ خاک کرتی ہوئی اپنی نامعلوم منزل کی طرف چلتی چلی جاتی ہے۔ یہی وہ ان ناقابلِ ذکر اور حقیر سی بوندوں کا اجتماع ہوتا ہے جس کے سامنے بڑی بڑی حکومتوں کے تمام تر ذرائع بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی گرانڈیل اور دلو پیکر مشینیں بے بس ہو جاتی ہیں۔ اور یہی وہ چیز ہے جسے شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے سہ

> فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
> موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

وہ منتشر قطرہ جو دریا سے اپنی ہستی کو الگ کر کے یہ چاہے کہ اپنی زندگی کی رمق کو قائم و دائم رکھ سکے یہ اس کا ایک خواب ہوتا ہے جس کی قسمت میں شرمندۂ تعبیر ہونا لکھا ہی نہیں اس کی ہستی زیادہ سے زیادہ چند سیکنڈ ہی ہو سکتی ہے وہ مٹی کے ذرات میں جذب ہو کر یا پاؤں سے مسلا جا کر اپنی زندگی عزیز کو گنوا دیتا ہے۔ لیکن وہ قطرہ جو اپنی انفرادی ہستی کو مٹا کر اپنے آپ کو دریا کی وسعتوں میں گم کر دیتا ہے۔ وہ خود دریا بن جاتا ہے اور وہ قطرہ جو اپنی انفرادیت کو ختم کر کے سمندر کی بے کراں وسعتوں میں مل جاتا ہے وہ خود سمندر بن جاتا ہے۔ اور نہ صرف اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ دوسروں کو زندگی بخشتا ہے۔ اس میں ایک قوتِ نمو ہوتی ہے۔ جو وہ بے جانوں کو مستعار دیتا ہے۔ اور یہی وہ عظیم الشان راز ہے جو اجتماعیت کے اندر پنہاں ہے اور یہی وہ اجتماعیت ہے۔ جس کی تلقین اسلامی احکام میں جا بجا کی گئی ہے۔ اور یوں کی گئی ہے کہ ایک مسلمان — اگر وہ مسلمان ہے — تو اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ روزانہ بیسیوں مرتبہ ان کی تحمیل و تکمیل کرے۔ اور اپنے ایک بے مایہ حقیر و کمزور جزو کو کل کی وسعتوں میں یوں جذب کر دے کہ اس کی علیحدہ کوئی ہستی نظر ہی نہ آئے۔ اپنی ہستی کے ناچیز قطرے کو یم کی بے پایاں وسعتوں میں گم کر دے — یوں کہ وہ قطرہ بھی ہو اور سمندر بھی۔!

قطرہ و دریا کا یہی اشتراک و تعاون اور انضمام ہے۔ جو قوت و شوکت کا ضامن ہوتا ہے سمندر کی وہ مشتعل اور سیمابی کیفیت رکھنے والی موج جو بپھر کر بلند ہوتی اور بڑھتی ہے اور بسا اوقات ہزاروں ٹن وزنی جہازوں کو غرقاب کر دیتی ہے۔ وہ موج جس میں صرف چند سو گیلن پانی ہوتا ہے۔ آخر اس میں اتنی قوت کہاں سے آ جاتی ہے؟ دراصل وہ خود اتنی طاقتور نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنے مرکز و منبع سے یہ قوت لے کر اٹھتی ہے۔ ورنہ اس کا اپنا وجود جہاز کے وزن اور طاقت کے مقابلہ میں محض ہیچ ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اپنی اجتماعی حیثیت کا ایک لاینفک جزو ہوتی ہے اور اس کا رشتہ و تعلق سمندر کی بے کرانیوں اور بے پناہیوں سے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بپھرتی ہے اور حملہ کر کے پھر اپنی پناہ گاہ میں واپس ہو جاتی ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ ؎

> موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

قرآن کریم میں جہاں جا بجا مسلمانوں کو اجتماعیت کا درس دیا گیا ہے اور اس کے لئے نہایت واضح احکام و ارشادات ہیں وہاں نہایت لطیف۔ باریک اور جمالیاتی انداز میں بعض اشارے بھی کئے گئے ہیں جن سے اجتماعیت کے مفادات و ثمرات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اسی طرح حدیث شریف اور اقوالِ بزرگان میں اس کے لئے تلقین و تنبیہ بڑی کثرت کے ساتھ اور پُر زور طریق پر کی گئی ہے۔

اجتماعیت کا شعور یوں تو انسان کے اندر فطرت نے روزِ اوّل سے ودیعت کر رکھا ہے اور وہ طبعًا مدنیت پسند واقع ہوا ہے وہ اپنی انفرادیت کو عائلی اور قبائلی زندگی میں ڈھال کر اپنے اجتماعیت پسند ہونے کا ثبوت ہزارہا سال سے دیتا چلا آ رہا ہے۔ وہ برادریوں اور قبیلوں کی صورت میں یا پھر مختلف دوستیوں اداروں اور سوسائٹیوں کی صورت میں غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر حیثیتِ اجتماعی میں ہی اپنی عافیت تلاش کرتا رہا ہے۔ لیکن اس کے اس فطری اور غیر شعوری جذبے میں بھی ایک تشنگی رہی۔ تا آنکہ فطرت نے اس کی انسانیت کی تکمیل کرتے ہوئے اسے وہ دین دیا جو آخری اور مکمل تھا۔ اور اس نے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی یہ آواز سنی کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ یہ مضبوط رسی جو آسمان سے تمہارے لئے اتاری گئی ہے۔ اسے اے بنی نوعِ انسان! مضبوطی کے ساتھ سب کے سب پکڑ لو کہ اس میں تمہاری قوت کا راز مضمر ہے اور یاد رکھو ولا تفرقوا آپس میں تفرقہ مت ڈالنا۔ کوئی انتشار پیدا نہ کرنا ورنہ کتنی ہی لمبی اور مضبوط زنجیر ہو کسی بھی درمیانی کڑی کے ٹوٹ جانے سے منتشر اور کمزور ہو جاتی ہے۔

یوں تو مدنیت پسند انسان اپنی خوشی اور کوشش کے ساتھ ہمیشہ ایسے راستوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ جن میں اسے جہاں میسر ہو سکیں تنہائیوں کی اکتا دینے والی پرچھائیاں نہ ہوں۔ وہ ازدواجی زندگی اختیار کر کے اپنی تنہائیوں سے بیزاری کا اعلان زبانِ حال سے کرتا ہے۔ وہ برادری کے رسم و رواج میں شامل ہو کر اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر ذرا وسیع چار دیواری تعمیر کرتا ہے۔ وہ اپنے گاؤں اور شہر کے حدود سے باہر تعلقاتِ اخوت و مودّت پیدا کر کے اپنے لئے مزید وسعتیں تلاش کرتا ہے لیکن اسلام اسے ان محدود دائروں سے نکال کر عالمی وسعتوں سے روشناس کراتے ہوئے کہتا ہے کہ کل مومن اخوۃ تم برادریوں کی تلاش میں ہو آؤ ہم تمہیں تمہاری حقیقی اور پائدار برادری سے روشناس کراتے ہیں۔ تو سنو! ہر وہ انسان جو توحید و رسالت میں تمہارے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ چاہے وہ آفاقِ عالم کے کسی گوشے میں بستا ہو وہ تمہارا بھائی ہے۔ تم اپنے آپ کو ایک چھوٹی سی تحدید کے اندر کیوں بند کرتے ہو۔ تم اس بستی کو چھوڑ کر اخوتِ اسلامی کے فرازوں کی سیر کرو۔ اور اسلام کی عالمی برادری کا ایک رکن بن کر وحدتِ ملی کے کل کا ایک جزو بن جاؤ۔ یوں تمہاری تنہائیوں کا شکوہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اور یوں کہ تمہارے اکیلے پن کی اداسیاں بھی مٹ جائیں گی

لطیف اشارات:۔ قرآن کریم میں جا بجا بڑے ہی لطیف انداز میں مومن مسلمانوں کے احساسات و جذبات سے اجتماعیت کے لئے اپیل کی گئی ہے۔ ان اشارات و کنایات میں اتنی فصاحت و بلاغت ہے کہ دوررس نگاہیں اپنے لئے ایک درسِ بصیرت و عبرت حاصل کرتی ہیں اور ذوقِ سلیم و وجدان کے لئے اطمینان و سکون کا سامان ہوتا ہے۔ اور حسن کے نباض اپنی نظر کی اور رسائی سے ان میں نکتہ ہائے معرفت پاتی ہیں۔

چنانچہ آپ غور فرمایئے۔ شہد کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ فیہ شفاء للناس۔ بلاشبہ طبِ قدیم اور طبِ جدید میں شہد کو بہت سی بیماریوں کے لئے اکسیر بتایا گیا ہے۔ اور سرد لطیفہ خلاطوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس کے صرف ظاہری معنے ہیں۔ اس میں ایک بہت ہی اہم عاذا اور نکتہ جو بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شہد اپنے تمام مراحل کے اعتبار سے اپنے اندر تمدن و معاشرت اور عمرانیت کی بہت سی خامیوں کے ازالہ کے لئے اپنے اندر ایک سبق رکھتا ہے۔

آپ اس کی ساخت کو دیکھیں شہد کی حیثیت کذائی پر غور کریں۔ شہد کی مکھیوں کے اجتماع اور ان کی تنظیم کو دیکھیں کہ وہ کس طرح اپنی ملکہ مکھی کی اطاعت میں یکجان ہو کر اور مجسم حرکت و عمل بن کر کام میں لگی رہتی ہیں۔ جن لوگوں نے شہد کے چھتے کو قریب سے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہر مکھی ہر وقت متحرک رہتی ہے۔ ان مکھیوں کے اندر اجتماعیت اور باہمی محبت و رواداری اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ ایک کے اوپر دوسری اور دوسری کے اوپر تیسری مکھی کئی کئی تہوں میں کئی کئی پرتوں میں حرکت کرتی رہتی ہیں۔ وہ گروہ در گروہ پھولوں کا رس چوسنے کے لئے اپنے ہیڈ کوارٹر سے پرواز کر کے جاتی ہیں اور اسی طرح واپس آ کر شفاء للناس کی تخلیق میں لگ جاتی ہیں۔ اور یوں وہ مفید شے معرضِ وجود میں آتی ہے۔ جسے ہم شہد کے نام سے پکارتے ہیں یا جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ فیہ شفاء للناس۔

ان مکھیوں کی شانِ اجتماعیت بھی بڑی حیرت انگیز ہے۔ جب یہ دیکھتی ہیں کہ کوئی ہاتھ دست درازی کرنے کی غرض سے ان کی طرف بڑھ رہا ہے تو وہ وقت اور وہ نظارہ قابلِ دید ہوتا ہے۔ ہزارہا مکھیاں بیک وقت اس بڑھتے ہوئے ہاتھ کو کاٹ کھانے کو بڑی تیزی اور پھرتی کے ساتھ حملہ کرتی ہیں۔ اور وہ انسان جسے یہ زعم رہتا ہے کہ وہ تسخیرِ کائنات کا راز جان چکا ہے ان ناچیز سی مکھیوں کے سامنے بے بس اور نڈھال ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان مکھیوں کے حملہ میں اتنی قوت اور اتنی شدت ہوتی ہے کہ الامان

المفید۔ چھیڑنے والا شخص پانی میں چھپا تک لگا جائے تو یہ پانی کی سطح کے اوپر اڑتی رہتی ہیں اور جونہی وہ سر نکالتا ہے اس پر حملہ کر دیتی ہیں۔

چند سال قبل قادیان کے درویش جب دار دیوار کے بہشتی مقبرہ کے اندر بڑے باغ میں عید کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ شہد کی مکھیوں کے چھتہ کو کسی نے چھیڑ دیا۔ بس پھر کیا تھا اُنہوں نے بپھر کر حملہ کر دیا۔ اور پھر یوں معلوم ہوتا تھا کہ تسخیر کائنات کے منصوبے بنانے والا انسان ان مکھیوں کے سامنے ایک لاشۂ بے جان ہے۔ بیسیوں آدمی وہاں سے سخت زخمی ہو کر آئے۔ اور سینکڑوں آدمی وہاں سے سرپٹ دوڑ کر محلہ میں پہنچے۔

یہی وہ شانِ اجتماعیت ہے جو صغیرہ کبیرہ اور کثرت وقلت کے امتیاز کو مٹا دیتی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو کَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کثیرہ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ جنگ بدر کیا تھی؟ وہ بھی گویا شہد کی مکھیوں کے چھتے میں قریش کے چند اشرار نے دق کرنے کے لئے ہاتھ ڈالا تھا۔ اور چاہا تھا کہ یہ مکھیاں منتشر ہو کر ختم ہو جائیں۔ لیکن اُنہوں نے اجتماعیت کا وہ مظاہرہ کیا کہ قریش کے بلند بانگ دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور مسلمانوں کے مٹھی بھر افراد نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود ان کے چھکے چھڑا دیئے اور انہیں ایسی شکست ہزیمت اور ذلت نصیب ہوئی کہ ان کی کمریں ٹوٹ گئیں۔

شہد کی مکھیوں میں نظم وضبط کی وہ قوت ہوتی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک نہایت چھوٹا سا جانور اپنے اندر کتنی بڑی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب ایک جگہ سے کوئی شخص شہد کا چھتہ اُتار لیتا ہے تو وہ ساری مکھیاں اپنی ملکہ کی سرکردگی میں یکجائی طور پر اُڑتی ہیں اور پھر دوسری جگہ جمع ہو کر اسی تیز رفتاری کے ساتھ بغیر کسی وقفہ کے اور وقت کا ایک لمحہ ضائع کئے بغیر شہد بنانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ صانع ازل نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت انہیں ایک شفا بخش شے کی تخلیق کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور وہ مکھیاں اپنے اس فرض کو خوب پہچانتی ہیں۔

دنیا کی تاریخ کے صرف دو ہی اوراق اس شاندار اجتماعیت کا نمونہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ایک تو وہی جو اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ یعنی مکہ مکرمہ میں روحانی شہد سازوں نے ایک چھتہ بنایا۔ قریش مکہ کے اشرار نے اُسے اُتار پھینکا۔ شہد کی مکھیاں اُڑیں، مدینہ منورہ میں جا چھتہ لگایا اور دوسرا نمونہ آج بالکل تازہ ہمارے سامنے ہے۔ قادیان سے احمدیوں کی اکثر آبادی کو مجبوراً ہجرت کرنا پڑی۔ اور ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ ربوہ میں وہی خدائیت کارفرما نظر آئی۔ اور یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل بے مثال ہے۔ اور برصغیر پاک وہند میں اس کی ایک بھی مثال نظر نہیں آتی کہ کوئی جماعت کسی ایک ملک سے اُٹھی ہو اور دوسرے ملک میں جا کر پھر وہ اسی طرح یکجا ہو گئی ہو کہ صرف مقام کا نام ہی بدلا ہوا نظر آتا ہے ورنہ تشکیل مرکز (چھتہ) اور مرکز کی سرکردگی کی قوت میں ذرہ بھر فرق نظر نہیں آتا۔

یہ کیسے ہوا؟ یہ ناممکن سی چیز کس طرح حیطۂ امکان میں آگئی؟ یہ وہی قوت اجتماعیت ہے جس کا داعی صرف اسلام ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے کا نمونہ آج دنیا میں صرف جماعت احمدیہ ہی پیش کر رہی ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے قرآن کریم کو اپنا لائحہ عمل بنایا اور اس کی باریک در باریک حکمتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے یہی وہ جماعت ہے جو شہد کی مکھیوں کی طرح اپنا ایک مضبوط چھتہ گنوا کر بھی اپنی ملکہ کی سرکردگی میں دوسرا چھتہ بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اور الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ہماری جماعت نے وہ راز پا لیا ہے جو فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ میں بیان فرمایا گیا تھا اور اسی میں خلافت اسلامیہ کے اس عظیم الشان نظام کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ جو اسلامیان کے لئے عزت وشوکت کا باعث ہوتا ہے۔ اور جس سے وابستگی اختیار کر کے وحدت واجتماعیت کی مضبوط اور ناقابل انفراق لڑی میں انہیں پرو دیا جا سکتا ہے۔ خلافت کا بابرکت نظام بجائے خود ایک ایسا نظام ہے جو ملت کی شیرازہ بندی اور جمع قوت کے لئے ذمہ دار اور ضامن ہے۔ اس کے متعلق میں انشاء اللہ کسی دوسری جگہ عرض کروں گا۔

قرآن حکیم نے جو اشارات مسلمانوں کے نظم وضبط کے متعلق دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک اور اشارہ چیونٹیوں کی مثال ہے۔ اور بڑی پُر لطف بات یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں جیسے ناچیز دکمزور جانوروں کی نہ صرف مثالیں قرآن کریم میں دی گئی ہیں۔ بلکہ ان مثالوں میں شدت اور پختگی پیدا کرنے کے لئے انہی کے نام سے قرآن کریم میں پوری دو سورتیں موجود ہیں۔ یعنی النحل اور النمل اور اس طرح مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تم قرآن کریم کے ان حصوں کو محض سرسری نظر سے دیکھنے اور روا روی میں پڑھتے ہوئے نہ گذر جاؤ بلکہ ان کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھو حکمت کے موتی تمہارے ہاتھ لگیں گے۔ اور تم ان ننھے جانوروں سے ایک ایسا سبق سیکھو گے۔ جو تمہاری شیرازہ بندی میں کام آئے گا۔ اور تمہیں قوت وسطوت کی باریک در باریک راہیں دکھائے گا۔

چنانچہ آپ چیونٹی کو دیکھ لیجئے کہ یہ ایک ننھا سا جانور ہے۔ لیکن درسِ اجتماعیت دینے کے لئے ایک بہت بڑا معلم ہے آپ چیونٹیوں کے کسی بل کے قریب بیٹھ کر دیکھئے وہ کس طرح قطار اندر قطار چلتی ہیں وہ کس طرح اپنے لئے ایک راستہ متعین کرتی ہیں۔ اور کس طرح وہ نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے رواں دواں رہتی ہیں۔ اور اپنی خوراک جمع کرنے کی فکر میں لگی رہتی ہیں۔ فصلوں سے غلہ نکلنے کے موسموں میں تو ان کی نقل وحرکت بڑی تیز ہوتی ہے اور وہ کوشش کرتی ہیں۔ کہ اگلے موسم تک کے لئے اپنے بل میں اتنا سا سرمایہ جمع کریں کہ انہیں قلت خوراک کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجئے موسم برسات سے قبل چیونٹیاں شب وروز دانے ڈھونے کے لئے اجتماعی مظاہرہ عمل کرتی ہیں۔ اور اتنا غلہ فراہم کر لیتی ہیں۔ کہ مہینوں ان کی ضروریات کے لئے مکتفی ہوتا ہے۔ اور یہ نہیں ہوتا کہ ہر چیونٹی بل کے اندر اپنے لئے الگ غلہ جمع کرتی ہو بلکہ وہ ان سب کی مشترکہ متاع ہوتی ہے۔ جسے وہ مل کر جمع کرتی اور مل کر کھاتی ہیں۔

اور چیونٹیوں کے عمل اجتماعی کا وہ نظارہ تو بڑا ہی قابلِ دید اور سبق آموز ہوتا ہے جب وہ بہت سی تعداد میں مل کر مکڑی یا ٹڈے کی لاش کو گھسیٹ کر اپنے بل میں لے جاتی ہیں۔ یہ لاش انفرادی طور پر ان میں سے ہر ایک سے کئی گنے بڑی اور وزنی ہوتی ہے۔ لیکن اتنا سا شعور قدرت نے چیونٹی کو بھی بخشا ہے کہ وہ تعاون اور امداد باہمی کے اصول پر کام کرے اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔

ایک اور لطیف اشارہ جو قرآن کریم میں ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں مومنوں سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ صیغۂ واحد میں نہیں بلکہ صیغۂ جمع میں ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا۔ گویا ملت میں فردِ واحد کی حیثیت کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ اور قرآن کا سارا تخاطب مومنوں کی جمعیت سے ہے۔ اس کی بھی یہی بتلانا مقصود تھا کہ اے مومنو! تم اپنے باہمی تمدن ومعاشرت میں ایک دوسرے کے ساتھ یوں ربط وضبط اور اختلاط کے ساتھ بسر کرو کہ تم ایک وحدت بن جاؤ۔ اسی کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مثال دیتے ہوئے بڑے لطیف رنگ میں ارشاد فرمایا ہے کہ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ (ابوداؤد) کہ اے مسلمانو! تم یہ نکتہ جان لو کہ تمہارے حفظ وامان کی ضامن صرف الجماعۃ ہے اور جب تک تم جماعت کی مضبوط تنظیم میں منسلک رہو گے۔ تم دشمنوں سے امن میں رہو گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ وہ بکری جو ریوڑ سے الگ ہو جاتی ہے۔ بھیڑیئے کا لقمہ بن جاتی ہے۔

چنانچہ آپ دیکھ لیجئے قرونِ اولیٰ میں جب تک مسلمانوں کے اندر نظام خلافت قائم رہا وہ ایک جماعت کی صورت میں متحد اور منظم رہے۔ وہ سربلند رہے۔ اور کوئی مضبوط سے مضبوط اور طاقتور سے طاقتور دشمن بھی تعداد میں سینکڑوں گنے زیادہ ہونے کے باوجود ان کا بال بیکا نہ کر سکا۔ لیکن جونہی اس اتحاد وتنظیم میں رخنے پیدا ہوئے مسلمان زوال آشنا ہونے شروع ہو گئے۔ اور افتراق وانشقاق کی دیمک ان کے رشتۂ اتحاد ویگانگت کی رسی کو چاٹ گئی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ریوڑ منتشر ہو گیا اور بکریاں بھیڑیوں کا لقمۂ تر بن گئیں۔

(باقی آئندہ)

ضروری اعلان

جملہ صدر صاحبان وسیکرٹریان امور عامہ کو خیال کی توجہ دلائی جاتی ہے کہ اُن کی طرف سے امور عامہ سے متعلق رپورٹ ہائے کارگذاری ماہانہ بہت کم موصول ہو رہی ہیں حالانکہ موجودہ ملکی حالات کے پیش نظر علاقہ کے ماحول اور جماعتی، تنظیمی حالات سے مرکز کو باخبر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

اسی طرح رشتہ ناطہ کی مشکلات اور قابل شادی اناث وذکور کے کوائف بھی مرکز میں بھجوائے جانے چاہئیں۔ کیونکہ مرکز کو علم ہونا چاہیئے کہ کس علاقہ میں کتنے لڑکے اور لڑکیاں ناکتخدا ہیں۔

یہ ہر دو نہایت اہم امور ذمہ دار احباب کے عملی تعاون کے بغیر سرانجام دیئے جانے ممکن نہیں۔ اس لئے احباب مہربانی فرما کر اپنی ذمہ داریوں کے احساس کا عملی ثبوت دیں۔ اور مرکز کے ساتھ تعاون کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

ناظر امور عامہ قادیان

کتابت کی غلطیاں

از چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی نائب ایڈیٹر بدر قادیان

آپ اور ہم سب چھوٹی موٹی غلطیاں کرتے ہی رہتے ہیں جو بعض اوقات بے نتیجہ ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات خفیف نتیجہ کی حامل ہوتی ہیں۔ لیکن وہ غلطیاں اور ان کے نتائج بیسا اوقات ہماری ذات کے دائرہ میں محدود رہتے ہیں یا ہمارے گھر کی چار دیواری کے اندر۔

آپ اپنے کسی عزیز یا دوست کو خط لکھتے ہیں۔ اس میں آپ کے قلم سے کوئی لفظی فروگذاشت ہو جاتی ہے۔ آپ کو اس کا علم تک نہیں ہوتا اور نہ ہی آپ کا دوست یا عزیز اس بارہ میں آپ کو کبھی توجہ دلاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ایک قلمی اور معمولی فروگذاشت ہے۔

لیکن اس کے برعکس کاتب کی غلطی کو عام طور پر یوں سمجھا جاتا ہے جیسے کسی نے گالی دے دی ہو۔ اگر اخبار میں کوئی لفظ یا فقرہ غلط شائع ہو جائے۔ تو زبانی اور تحریری طور پر توجہ دہانیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور اگر اخبار کسی ادارہ کی ملکیت ہو تو ایڈیٹر سے باز پرس کی جاتی ہے کہ فلاں غلطی کیوں رہ گئی۔ حالانکہ اعتراض کرنے والے اور باز پرس کرنے والے سبھی خوب جانتے ہیں کہ اخباری کتابت کی غلطیاں ایک ایسا مرض ہے جو آج تک ہزار جتنوں کے باوجود کبھی دور نہیں ہوا اور دور نہیں ہو سکتا۔

اگر ایسے اعتراض کو صرف رد ہی کرنا ہو اور الزامی جواب دینا ہو تو ایڈیٹر بڑی آسانی کے ساتھ یہ جواب دے سکتا ہے کہ صاحب! حکومت کے نظم و نسق کی مشینری میں پولیس کو بڑا اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس کے پاس بڑے وسیع ذرائع اور اختیارات ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود قتل ہوتے ہیں چوریاں ہوتی ہیں ڈاکے پڑتے ہیں اور دوسرے جرائم ہوتے ہیں۔ لیکن پولیس سے باز پرس صرف انہی امور میں ہوتی ہے۔ جن میں پولیس کی غفلت پائی جائے۔ ورنہ پولیس کا کام یہ ہے کہ وہ جرائم کی تحقیقات کرے۔ اور مجرموں کو سزا دلائے۔ بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ قتلوں اور چوریوں کا سراغ تک نہیں ملتا۔ پولیس کا محکمہ صدیوں سے قائم ہے۔ لیکن آج تک چور آگے آگے بھاگا جا رہا ہے اور پولیس اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ اتنی بڑی طاقت اور وسیع ذرائع کے باوجود آج تک یہ نہیں ہو سکا کہ جرائم بالکل ختم ہو جائیں۔ بعض اوقات پولیس اسٹیشن کے عین سامنے قتل ہو جاتا ہے۔ اور قاتل روپوش ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات پولیس کے بڑے بڑے افسروں کے اپنے گھروں میں چوریوں اور ڈکیتیوں کی وارداتیں ہو جاتی ہیں اور نشان تک نہیں ملتا۔

پس جرم و قانون ہمیشہ سے ایک دوسرے کے پیچھے لٹھ لئے پھر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت یا انسانی کمزوری ہے کہ وہ جرائم کرتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح کاتب کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ غلطیاں کرتا ہے۔ ان غلطیوں کی ہزار اصلاح کی جائے ہزار بار کاتب کو توجہ دلائی جائے ہزار بار تنبیہ کی جائے لیکن اس کا قلم غلطی کر جاتا ہے۔ بلکہ کتابت شدہ کاپی پر اصلاح کئے جو الفاظ لکھے جائیں ان میں بھی غلطی کر جاتا ہے۔

بعض لوگ جنہیں کتابت کی غلطیوں سے قریب کا کبھی واسطہ نہیں پڑتا وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ دراصل یہ سارا قصور کاپی ریڈر کا ہے۔ کہ اس نے غلطیوں کی اصلاح نہیں کی۔ حالانکہ انہیں عملی تجربہ سے اس کا ذاتی علم نہیں ہوتا۔ اگر وہ ان مجبوریوں کو جان لیں تو ان کے اعتراض کی شدت میں یقیناً کمی آ سکتی ہے۔ لیجئے کچھ مجبوریاں پیش خدمت ہیں۔

وہ مسطر یا کاغذ جس پر کتابت کی جاتی ہے زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ کتابت سیاہی کا رنگ بھی زرد سرخی مائل ہوتا ہے۔ اگر کاتب سیاہی کو گاڑھا رکھ کر لکھے تو کتابت ذرا نمایاں ہو جاتی ہے ورنہ کاغذ اور سیاہی کے رنگ میں یکسانیت ہونے کی وجہ سے ان الفاظ کو پڑھنا بہت محنت اور عبارت ریزی کا کام ہوتا ہے۔ پھر چونکہ کتابت کے کاغذ میں سیاہ رنگ کی لکیریں کھینچی ہوتی ہیں جن پر کتابت کی جاتی ہے۔ اس لئے بعض الفاظ کا کوئی حصہ یا چھوٹے نقطے جو لکیر پر آ جاتے ہیں ان پر نظر نہیں جمتی اور غلطی رہ جاتی ہے۔

کاپی ریڈر جب پریس میں جانے سے قبل کتابت شدہ کاپیوں کو پڑھتا ہے تو مذکورہ بالا مشکل پیش آنے کے باعث اس کی نظر اتنی متاثر ہوتی ہے کہ بسا اوقات آنکھوں سے پانی بہہ نکلتا ہے۔ آپ نے کبھی پیاز کاٹے ہیں! کیا پیاز کاٹتے وقت آپ کی آنکھوں سے کبھی پانی نکلا ہے؟ ویسی ہی حالت کاپی ریڈر کی ہوتی ہے۔ اگر آپ کو ان دونوں چیزوں کا تجربہ نہیں ہوا تو ضرور تجربہ کریں۔ آپ کے علم میں اضافہ ہوگا۔

پھر بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ جو کاتب زیادہ غلطیاں کرنے کا عادی ہوتا ہے (”عادی“ کا لفظ میں نے دانستہ لکھا ہے کیونکہ بعض کاتبوں کو واقعی عادت ہوتی ہے) وہ تصحیح شدہ الفاظ کی کتابت کرتے وقت بھی غلطیاں کر جاتا ہے۔ اگر آپ کاپی ریڈر ہیں تو سر پکڑ کر بیٹھ جائیں گے کہ اب کیا کیا جائے۔ بدر کے قارئین جانتے ہیں کہ بدر امرتسر میں چھپتا ہے۔ بسا اوقات صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ادھر امرتسر جانے والی ٹرین وسل دے رہی ہوتی ہے اور ادھر کاتب کاپی ریڈر اور ایڈیٹر ایک دوسرے پر غصہ جھاڑ رہے ہوتے ہیں۔

جو لوگ بڑی آسانی کے ساتھ یہ فریاد کیا کرتے ہیں کہ کتابت کی غلطیاں کاپی ریڈر کی سستی اور غفلت کے باعث رہ گئی ہیں۔ ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگر واقعی ایسا ہو اور کاپی ریڈنگ کے بغیر اخبار چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو اس کی کیفیت کچھ اس قسم کی ہوگی:۔

۱۔ اس نے دنیا سے اپنا لوہا منوا لیا	۱۔ اس نے دنیا سے اپنا لوٹا بنوا لیا
۲۔ اگر واقعیت کے رنگ میں دیکھا جائے	۲۔ اگر واقفیت کے رنگ میں دیکھا جائے۔
۳۔ یہ نعمت کیسے میسر آ سکتی تھی	۳۔ یہ لعنت کیسے میسر آ سکتی تھی۔
۴۔ مجسٹریٹ نے ملزم سے دریافت کیا کہ اگر تم اس موقعہ پر موجود نہ تھے تو پولیس نے تمہیں کیسے پکڑ لیا۔ ملزم نے کہا آپ سچ جانئے میں وہاں موجود نہ تھا۔	۴۔ مجسٹریٹ نے ملزم سے کہا آپ سچ جانئے میں وہاں موجود نہ تھا (یعنی ملزم کے لفظ ملزم اور ملزم کے درمیان کی ساری عبارت غائب)
۵۔ ۔۔۔ میں یوم خلافت کا جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت محمد محسن صاحب نے کی۔ تلاوت محمد اعظم صاحب نے کی اور پہلی تقریر محمد حنیف صاحب کی ہوئی۔	۵۔ ۔۔۔۔۔ میں یوم خلافت کا جلسہ کی صدارت محمد محسن صاحب نے کی اور پہلی تقریر محمد اعظم صاحب نے کی اور پہلی تقریر محمد حنیف صاحب کی ہوئی۔ (یعنی ”کی“ کے لفظ کے ارد گرد کاتب صاحب گھومتے رہے۔ جلسہ کا لفظ دو جگہ آیا۔ لیکن کاتب صاحب نے اختصار سے کام لیا!)
۶۔ مجھے یہ کہہ دینے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتا۔	۶۔ مجھے یہ کہہ دینے میں کوئی پاک محسوس نہیں ہوتا (کاتب صاحب کے نزدیک باک کا لفظ چونکہ نیا تھا یا غلط تھا اس لئے اسے پاک کر دیا)
۷۔ آج سمندر تصور یا گیس تڑپ کر بے تابو ہو رہا تھا۔	۷۔ آج سمندر تصور یا گیس تڑپ کر بے تابو ہو رہا تھا (کاتب صاحب نے خیال کیا کہ سمندر تو کوئی لفظ ہی نہیں ہوتا۔ ہو نہ ہو یہ سمندر ہی ہوگا۔ لہٰذا سمند کو سمندر میں غرق کر دیا گیا)
۸۔ خدا تعالیٰ نے ہار اور جیت تو اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے انسان کا کام ہے کہ محنت کرتا چلا جائے۔	۸۔ خدا تعالیٰ نے یار اور جنت تو اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے انسان کا کام ہے کہ محبت کرتا چلا جائے۔

واضح کو واضع۔ ناگزیر کو ناگریز نون کو نون غنہ اور نون غنہ کو نون۔ رفتہ کو دفعہ بنا دینے کے لئے تو گویا کاتبوں نے قسم کھائی ہوتی ہے۔

یہ نمونہ ہے اس کتابت کا جو کاپی ریڈر کے پاس پہنچتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ یقین فرمائیں بعض اوقات تو کاتب صاحب مضمون کی پوری کوئی دس سطریں چھوڑ جاتے ہیں مثلاً مضمون کی آٹھویں سطر میں صحیح کا لفظ ہے۔ اور پھر اٹھارویں سطر میں صحیح کا لفظ آتا ہے تو درمیان کی دس سطریں غائب۔ اب یہ تو اخبار نویس ہی جانتے ہیں کہ جب کاتب مضمون کے اس حصہ کی تصحیح کرے گا۔ تو وہ کتنے کیڑے مارے گا بلکہ بعض اوقات تو یوں بھی ہوا ہے کہ مضمون کا پورا صفحہ ہی غائب ہو جاتا ہے!

ایک وقت یہ بھی ہوتی ہے کہ باہر سے آئے ہوئے بعض مضامین کی تحریر کاتب کے لئے بالکل نئی ہوتی ہے مثلاً اڑیسہ کے کسی صاحب مضمون نے لفظ کو بھی کو بیتے خط کو بھی لکھ دیا۔ تو کاتب اسے کو بھی لکھ دے گا۔ اگر کاپی ریڈر یا ایڈیٹر ذاتی طور پر جانتا ہے کہ کو بھی ایک گاؤں کا نام ہے تو وہ اسے درست کر دے گا ورنہ کو بھی قائم رہے گا۔ چنانچہ بعض علاقائی خصوصیت کے نام اور الفاظ اسی طرح غلط ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کاتب بعض اوقات عبارت کو چھوڑ جاتا ہے اور جب تصحیح کے بعد اسے عبارت بڑھانی پڑتی ہے۔ تو وہاں وہ پہلے الفاظ کو مٹا کر گنجان لکھائی کرتا ہے۔ چنانچہ اخبار میں جہاں کہیں آپ عبارت کو گنجان دیکھیں سمجھ لیں کہ کاتب صاحب کچھ عبارت ہضم کر گئے تھے جو انہیں اگلنی پڑی ہے۔

پھر بعض جگہ وہ ایک ہی عبارت کو دوبارہ لکھ جاتا ہے اور وہاں سے اسے عبارت کاٹنی پڑتی ہے۔ اس کا اصل طریق تو یہ ہے کہ اگلی پچھلی ساری عبارت کو مٹا کر اور پھیلا کر لکھا جائے لیکن کاتب کی یہ ایک خاص بیماری ہوتی ہے جس سے شفا پانا ناممکن سی چیز ہے کہ وہ اتنی محنت نہیں کرتا بلکہ وہ عبارت کو کاٹ کر اس ...... قسم کے نقطے ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ آپ جہاں کہیں اخبار میں نقطے دیکھیں وہاں کاتب کا یہی عمل کار فرما ہوگا۔

بعض اوقات مضامین بدخط بھی موصول ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ کاتب سے پڑھے نہیں جاتے تو کاتب ان کے ہم شکل الفاظ لکھ دیتا ہے۔ مثلاً بدتر کی بجائے بدر کمائی کی بجائے گمان۔ حرم کی بجائے جُرم گوہر کی بجائے گوبر۔ یہاں آپ یہ یقین فرمائیے کہ خدا نخواستہ کاتبوں کو مضمون کے مفہوم سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو جو علم و معرفت کے نکتے کاتبوں کے ہاتھ اور قلم میں سے گذرتے ہیں وہ تو سب علامہ بن جاتے لیکن آپ یقین فرمائیں کہ اچھے سے اچھا مضمون لکھ کر بھی کاتب وہی پرائمری پاس کاتب ہی رہتا ہے یا چکنا گھڑا جس پر پانی کی بوند نہ ٹھہر سکے۔

ایسے بدخط مضامین لکھتے وقت کاتب کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اصل مضمون کے الفاظ کے ہم شکل الفاظ لکھنے ہیں۔ جس طرح بند پارسلوں کے متعلق پوسٹ آفس کا قانون یہ ہے کہ وہ صرف وزن کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور حالات Contents کی ذمہ داری ان پر نہیں ہوتی اسی طرح کاتب کا قانون کہتا ہے کہ وہ وزن کا ذمہ دار ہے اندرونی جزئیات کی صحت کا ذمہ دار نہیں۔!

اخبار نویسوں کی یہ انتہائی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ ان کے اخبار میں کبھی کوئی غلطی اور خامی نہ ہو۔ لیکن اس مجبوری کا کیا کیجئے کہ قلم کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور پھر کتابت کے کاغذ (مسطر) اور سیاہی کا رنگ اتنا یکساں ہوتا ہے کہ اسے پڑھنا بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اور پھر پڑھنے کے بعد تصحیح شدہ عبارتوں کی صحت کے بارہ میں اطمینان کر لینا تو اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ کتابوں کے اغلاط ناموں میں بھی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح پولیس کی زبردست قوت اور دماغی کوششوں اور احتیاطی تدبیروں کے باوجود چور اور ڈاکو اپنا "روزگار" چلائے ہی رکھتے ہیں۔

پھر یہ بھی تو عین ممکن ہے کہ کتابت کی کوئی غلطی کاپی ریڈر یا ایڈیٹر کی نظروں سے اوجھل رہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کے متعلق یہ قیاس کر لینا زیادتی ہوگی کہ وہ اپنی طرف سے پوری کوشش نہیں کرتے۔

علاوہ ازیں بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کتابت شدہ کاپیاں پریس میں جا کر خراب ہو جاتی ہیں۔ بعض عبارتیں اُڑ جاتی ہیں۔ بعض الفاظ مٹ جاتے ہیں۔ بعض اوقات پریس کی سیاہی گھٹیا قسم کی ہوتی ہے تو وہ کاغذ پر پھیل جاتی ہے۔ بعض اوقات کوٹے کا کاغذ گھٹیا قسم کا ملتا ہے جس پر اچھی بھلی سیاہی بھی پھیل جاتی ہے۔

بہرحال جہاں تک اخبار میں کتابت کی غلطیوں اور دوسری مذکورہ بالا خامیوں کا تعلق ہے۔ ان کا اعتراف کرتے ہوئے بھی یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلّم ہے کہ غلطیوں کا رہ جانا ناگزیر ہوتا ہے۔ ورنہ جان بوجھ کر کون اپنے ذمہ بدنامی لیتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ غلطی کس سے نہیں ہوتی؟ فرق صرف اتنا ہے کہ عام افراد کی غلطیاں ان کی ذات یا ان کے گھر کی چار دیواری تک محدود رہتی ہیں۔ لیکن اخبار چونکہ اپنی غلطیاں بغل میں دبائے ریل پر سوار ہو کر یا ہوائی جہاز پر اُڑ کر دور دراز مقامات پر پہنچتا ہے۔ اس لئے اس کی غلطیاں مشتہر ہو جاتی ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کی نظروں میں آ جاتی ہیں۔ اس لئے اخبار والے بدنام ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی غلطیاں دوسروں سے کوئی انوکھی اور زیادہ سنگین نہیں ہوتیں۔ مگر دنیا کا قانون یہی ہے کہ

جُرم وہی ہے جو پکڑا جائے

اور جس جرم پر پردہ پڑا رہے وہ جرم نہیں ہوتا اور اخبار نویسی کا جرم چونکہ منظر عام پر آ جاتا ہے۔ اور سینکڑوں قارئین ونا حق جان کر اس پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں۔ اس لئے اعتراف جرم بھی کرنا ہی پڑتا ہے۔

اب اس اعتراف جرم کے بعد اگر آپ چاہیں تو اخبار نویسوں کے لئے کوئی سزا بھی تجویز فرما سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو اس کا حق حاصل ہے۔ اخبار آپ کا ہے اور اخبار نویس اور کاتب آپ کے ادنےٰ خادم ہیں۔ لیکن ایک درخواست کرنا ضروری ہے کہ

پہلا پتھر وہی مارے جس نے کبھی کوئی غلطی نہ کی ہو!

ایک بہت بڑی مشکل جو اخبار نے ہمارے عملے کو باری باری پیش آتی ہے یہ ہوتی ہے کہ بعض مضمون نویس کوئی مضمون بھجواتے ہیں۔ تو گو وہ مضمون اپنے نفس مضمون کے اعتبار سے کتنا ہی بلند ہو لیکن اپنی بدخطی کی وجہ سے اس قابل ہوتا ہے کہ جی چاہتا ہے مضمون بھجوانے والے پر دفعہ ۳۰۲ کے تحت مقدمہ دائر کر دیا جائے۔ کیونکہ وہ مضمون دراصل مضمون نہیں ہوتا بلکہ مضمون کا قتل ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ایسے ہی مواقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ ایسے بدخط مضمون والے صاحب چاہتے یہ ہیں اور چاہتے ہی نہیں تاکید بھی لکھ بھیجتے ہیں کہ "دیکھیے! مضمون میں کوئی غلطی نہ رہ جائے"۔ حالانکہ اگر ان کا مضمون کسی "عالمی بدخطی" کی نمائش میں رکھا جائے تو اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ جائے۔

ایسے مضامین پر پہلے تو ایڈیٹر کو خود مغز پچی کرنی پڑتی ہے اور صاحبِ مضمون نے جن الفاظ کا اپنی بدخطی کے تیز دھار آلے سے قتل کیا ہوتا ہے انہیں جوڑنا اور ٹھیک کرنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ اصل مسودہ پر تصحیح کرنے سے وہ مضمون جا بجا کٹ پھٹ جاتا ہے۔ اس لئے جب وہ مضمون کاتب کے پاس بھجوایا جاتا ہے۔ تو اس کا حلیہ یوں ہوتا ہے جیسے تازہ لکھی ہوئی عبارت پر بارش کی بوندیں پڑ جائیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا مضمون کاتب کے لئے بھی دردِ سر کا پیغام لاتا ہے۔ اور اسے لکھنے کے بعد کاتب کو اپنی عینک کا نمبر بھی بدلنا پڑتا ہے۔ بہرحال کاتب جیسے تیسے کر کے کچھ مضمون کے الفاظ لکھ کر۔ کچھ اپنے پاس سے الفاظ ڈال کر۔ اور کچھ اپنی "عادت" کو پورا کر کے لکھ دیتا ہے۔

اب اس کی کاپی ریڈنگ کا مرحلہ آتا ہے۔ یقین فرمائیے کہ ایسے مواقع پر کاپی ریڈر بیچارا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایک آنکھ مسودے پر اور دوسری کتابت پر۔ اور اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے جیسے وہ دو ایسے گھوڑوں کو بیک وقت پکڑنا چاہتا ہو جو مخالف سمتوں میں بھاگے جا رہے ہوں!

آپ شاید یقین نہ فرمائیں لیکن یہ بھی تو ایک حقیقت ہے کہ بعض مضامین ایڈیٹر کے پاس ایسے بھی پہنچتے ہیں جو اتنے بدخط ہوتے ہیں یا ایڈیٹر کے نزدیک اس قدر زیادہ اصلاح کے قابل ہوتے ہیں کہ ایڈیٹر کو پورے کا پورا مضمون نقل کر کے کاتب کو دینا پڑتا ہے۔ اور یہ کام محض "حصولِ ثواب" کے لئے خدمتِ خلق یا "خدمتِ مضمون نویس" کے طور پر کرنا پڑتا ہے۔

آخر پر یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ آپ اخباری غلطیوں اور خامیوں کی طرف ضرور توجہ دلایا کیجئے کیونکہ اس سے اصلاحِ احوال ہوتی ہے۔ لیکن جو کچھ تحریر فرمائیے وہ ایسا ہو کہ اسے پڑھنے کے لئے عینک کا نمبر نہ بدلنا پڑے۔!!

درخواستہائے دعا

۱۔ مکرم نصیر الدین احمد صاحب دانا پور کے متعلق ان کی نواسی رشیدہ خاتون صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ عرصہ چار ماہ سے ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار ہیں۔ اور بول و براز تک سے بھی معذور ہیں۔ بیماری کے اثرات سارے جسم اور خصوصاً دماغ پر زیادہ ہیں۔ سید صاحب مخلص احمدی اور تبلیغ سلسلہ میں خاص شغف رکھنے والے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی یتیم نواسیوں کے واحد نگران اور سرپرست ہیں۔ میں مخلصینِ جماعت سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سید صاحب موصوف کو صحتِ کاملہ و عاجلہ اور لمبی عمر عطا کرے۔

خاکسار

مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

۲۔ میرے داماد میاں محمد اسحٰق صاحب ایم۔ اے ان دنوں کیمبرج یونیورسٹی میں عربی مضمون لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی تکمیل کے لئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لہٰذا تمام احباب جماعت، بزرگانِ سلسلہ اور درویشان قادیان سے عاجزانہ التماس ہے کہ از راہ کرم عزیز موصوف کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر اور کامیابی کے ساتھ بامراد مراجعت کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار محمد حسین اسسٹنٹ ڈائریکٹر
اینمل ہسبنڈری تنکور میسور سٹیٹ
(Animal Husbandry)

مشکلات سے نجات کا صحیح حل قربانی کے معیار کو بلند کرنا ہے

(از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجزؔ درویش واقفِ زندگی ناظر بیت المال قادیان)

روحانی جماعتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت اور وعدہ ہے کہ ان کو کامیابی ہوگی۔ درمیانی عرصہ میں امتحان اور آزمائش کی ساعتیں بھی آتی ہیں۔ اور عارضی تکالیف سے دوچار ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مگر یہ وقتی تکالیف روحانی جماعتوں کی تباہی کے لئے نہیں آتیں بلکہ ہماری ثابت قدمی اور صبر و استقلال کا ٹسٹ لے کر ہمیں مزید انعامات سے نوازنے کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔

سو یہ بھی ابتلاء خدا تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت آئیں اور کچھ انعام دینے کے لئے آئیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم قربانی اور ایثار کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے آگے بڑھیں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو عملی طور پر پورا کر کے نئی زمین اور نئے روحانی آسمان کی بنیاد رکھنے والے ثابت ہوں۔

اگر ہم اس احساس کو ہمیشہ اپنے ذہن میں مستحضر رکھیں کہ ہم ایک زندہ رسول کی جماعت ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی ہمارا نصب العین ہے۔ اور اس نصب العین کے حصول کے لئے ہم نے اپنے عمل اور قربانی سے کوشش کرنی ہے۔ تو محاسبہ نفس کرتے وقت یقیناً ہم یہ حقیقت محسوس کریں گے کہ ہماری عملی جدوجہد اور کوشش ہمارے مقصدِ عظیم کے شایانِ شان نہیں ہے اور ابھی ہمیں اپنی کوششوں میں بہت کچھ زیادتی اور تیزی کی ضرورت ہے۔

اگر یہ امر یقینی ہے کہ قادیان سے بلند ہونے والی آواز خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ اور وہ سچی تھی۔ تو کامیابی کے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس امر کے کرنے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کر لیا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں بن سکتی۔ لیکن وہ لوگ جو امام وقت کی آواز کو پہچانتے کے باوجود خدائی انعام کی ناقدری کرتے ہوئے عمل الصالح اور قربانی سے گریز کرتے ہیں۔ وہ یقیناً دوسروں سے زیادہ بدقسمت اور قابلِ مؤاخذہ ٹھہرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی غفلت اور سستی کے باعث خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

> "خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم اپنی رضا کو چھوڑ کر، اپنی عزت کو چھوڑ کر۔ اپنے مال کو چھوڑ کر۔ اپنی جان کو چھوڑ کر۔ اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ۔ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھاؤ گے۔ تو ایک پیارے بچہ کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم اِن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔"

تقسیم ملک کے بعد حالات نے جس رنگ میں پلٹا کھایا اور جس قسم کی مشکلات سے احبابِ جماعت کو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اس کی کیفیت کا لازمی اثر یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ہم جماعتی اور قومی مشکلات کے مقابل پر اپنی انفرادی اور خاندانی مشکلات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کاموں میں پہلے سے زیادہ خلوص اور عزم کے ساتھ آگے بڑھتے اور اپنی ذمہ داری اور حیثیت کو جانتے ہوئے اس تلخی میں قربانی کے معیار کو بلند کرتے۔

اگر ہم میں سے ہر شخص یہ سمجھ لے۔ کہ ہندوستان میں اسلام اور احمدیت کی نیابت ابھی سے کرنی ہے اور وقت ہماری کوششوں کا ایک اہم حصہ ہے تو یہ احساس یقیناً ہمارے خیال اور عمل میں اتحاد پیدا کر کے خدا کی آواز کو بلند کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔

موجودہ مالی سال کے ابتدائی دو ماہ ختم ہو رہے ہیں اور جہاں تک ہماری جدید ہندوستانی کے بجٹ۔ وصولی اور بقایا کی پوزیشن کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بہت سی جماعتیں اور افراد ایسے ہیں جو قربانی کے معیار پر پورے نہیں اترتے اور کافی تعداد ایسے افراد کی ہے جو باوجود مرکزی تحریکات کے اپنی غفلت اور سستی کی حالت پر مصر ہیں۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

> "حضرت مسیح موعودؑ تین ماہ تک چندہ نہ دینے والوں کو جماعت سے خارج قرار دے چکے ہیں اور نادہندہ بیسیوں کی تعداد میں جماعتوں میں موجود ہیں۔ جن کو حضرت مسیح موعود جماعت سے خارج قرار دے چکے ہیں مگر آپ لوگ ان کے ڈر کی وجہ سے یا ان کے لحاظ کے باعث انہیں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور پھر کہا یہ جاتا ہے۔ کہ چندہ وصول کرنے کی کوشش کی گئی۔ پس ان نادہندوں کے پاس جاؤ۔ جو احمدی کہلا کر چندہ نہیں دیتے اور انہیں بتلاؤ۔ کہ حضرت مسیح موعود کا یہ حکم ہے؟"

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا ارشاد کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ احبابِ جماعت اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔ حالات کی نزاکت کو دیکھیں۔ اور اپنی سستی اور غفلت کو ترک کریں اور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔ جو شخص خدا کی خاطر مفلس ہوتا ہے اس کی مفلسی کو دور کرنے کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بدظنی کے مترادف ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے ہمارے مال میں کمی آ جائے گی۔ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری مشکلات کا اصل حل یہی ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ اور اس کی راہ میں غربت اختیار کریں اور تلخی کو اپنے اوپر وارد کریں۔ تا اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات کو دور کرنے کی خود ذمہ داری اپنے اوپر لے لے۔ وقت نے جس رنگ میں کروٹ لی ہے اور حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں اس کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کی محبت سرد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھڑک اٹھے۔ ہم اپنی زندگی کو عملی طور پر اسلام کا نمونہ بنائیں۔ اس مادی کشمکش کے دور میں جبکہ تمام دنیا ذہنی انتشار اور بے چینی میں مبتلا ہے۔ ہم نمائش گاہ عالم میں دکھلا دیں کہ ہم زندہ خدا کے وجود کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور اسلام کی مکمل تصویر بنا کر اپنے عمل سے ظاہر کریں۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم خود اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو ڈھالیں اور اپنے اندر خدا تعالیٰ کی صفات کو پیدا کر کے اپنی زندگی کو اس کا عملی نمونہ بنائیں۔

> بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے سب کام اس کی رضا جوئی کی خاطر ہوں، ہمارے کل اوقات اور خاص طور پر ہمارے اموال ایسے رنگ میں خرچ ہوں جس سے کہ اسلام کی آبیاری میں مدد مل سکے اور ہمارے کسی بات میں بھی نفسانیت نہ ہو اور ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے عظیم الشان مقصد کو پورا کرنے والے ہوں جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ آمین۔ فقط

خاکسار ناظر بیت المال قادیان!

خبریں

کوالالمپور ۲۲ر جون۔ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ انڈونیشیا اور ملائشیا کی بورنیو کی ساری سرحد پر انڈونیشی گوریلوں اور ملائشیائی فوجوں میں جنگ چھڑ گئی ہے۔ سپیکر دارکو انڈونیشیا ملائشیا اور فلپائن کے لیڈروں کے مابین ٹوکیو میں منعقدہ مشترکہ سیشن ناکام ختم ہو گیا تھا اس کے بعد انڈونیشیا نے اپنے گوریلوں کو ملائشیا میں گوریلا جنگ شروع کرنے کی ہدایات دیدیں۔ چنانچہ گوریلے سرحد پار کر کے سارا واک میں داخل ہو گئے۔ جن کے ساتھ جھڑپوں میں ملائشیائی فوجوں کو جانی نقصان پہنچا ہے۔ اس سے پہلے ملائشیا کی فوجوں کو ہدایات دی گئی تھیں۔ کہ وہ سارا واک اور صباح میں انڈونیشی گوریلوں کے خلاف جوابی حملہ کی تیاری کر لیں۔

راولپنڈی ۲۲ر جون۔ آج پاکستان کی قومی اسمبلی میں ایک تحریک التواء برائے بحث داخل کی گئی جس میں بھارت کو ملنے والی امریکہ کی طویل المیعاد فوجی امداد اور فوجی سامان اور اسلحہ کے لئے بھارت کے وزیر دفاع کے روس اور برطانیہ کے مجوزہ دورہ سے پیدا شدہ صورتحال پر غور کرنے کی مانگ کی گئی تھی اس تحریک میں کہا گیا تھا کہ بھارت کی اس فوجی امداد سے پاکستان کی سلامتی کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگر بھارت فوجی طور پر مضبوط ہو گیا تو بھارت اور پاکستان کے تصفیہ طلب امور کا فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ ہاؤس کے سپیکر نے اس تحریک کو ساقط کیا۔

نئی دہلی ۲۲ر جون۔ پردھان منتری شری لال بہادر شاستری نے دورہ روس کی دعوت منظور کر لی ہے۔ وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ کچھ عرصہ ہوا روسی سرکار نے یہ دعوت دی تھی اور کل نائب وزیراعظم روس مسٹر کوسیگن نے اس کی تجدید کر دی۔ ابھی دورہ کی کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی۔

نئی دہلی ۲۲ر جون۔ مرکز کا ہوم منسٹر شری نندہ نے آج اعلان کیا کہ وہ ہر روز اپنی کوٹھی میں ایک گھنٹہ کے لئے مرکزی سرکار کے دفاتر کے بارے میں جنتا کی شکایات سنیں گے۔ وہاں اس مطلب کے لئے دو جگہیں بنائی جائیں گی۔ ایک سدا چار سمتی کی ایک ہوم منسٹری کی۔ انہوں نے کہا اگر ضروری ہوا تو میں اس کام کے لئے ہر روز ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت دیا کروں گا۔

ماسکو ۲۲ر جون۔ روسی کمیونسٹ پارٹی کے اخبار پراودا میں ایک نقاد نے ایک آرٹیکل میں لکھا ہے کہ اگر چین نے روس کے خلاف اپنی موجودہ مہم جاری رکھی تو اُسے کسی سنکٹ کے موقعہ پر روسی امداد کی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔ اس نے چینی لیڈروں پر الزام لگایا کہ وہ چین میں ایک نئی دیوار بنا رہے ہیں اس آرٹیکل میں انکشاف کیا گیا کہ چین نے روس کی یہ تجویز مسترد کر دی ہے کہ چین میں لینن کے بارے میں نمائش لگانے کی اجازت دی جائے۔

کولمبو ۲۲ر جون۔ بھارت کی وزارت خارجہ میں راجیہ منتری مسز لکشمی مینن نے آج یہاں کہا کہ کولمبو طاقتوں کو جنہوں نے بھارت چین سرحدی جھگڑے میں پیش دستی کی تھی بھارت اور چین میں پیدا شدہ ڈیڈ لاک دور کرنے کے لئے اگلا قدم اُٹھانا چاہیئے۔ وہ اخبار نمائندوں کے سوالوں کا جواب دے رہی تھیں۔ انہوں نے کہا جب تک کوئی نیا قدم نہ اُٹھایا جائے گا۔ تب تک ڈیڈ لاک ختم ہونا مشکل ہوگا۔

نئی دہلی ۲۲ر جون۔ روس کے ڈپٹی وزیراعظم مسٹر کوسیگن یہاں دو دن کے قیام کے بعد جکارتہ روانہ ہو گئے۔ پالم کے ہوائی اڈہ پر وزیر خزانہ شری ٹی ٹی کرشنما چاری نے انہیں وداع کیا۔ ان کے علاوہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری جنرل شری ڈیسائی۔ روس کے سفیر مقیم دہلی اور روس کے دیگر افراد جو راجدھانی میں رہتے ہیں۔ مسٹر کوسیگن کو الوداع کہنے کیلئے پالم ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ روانگی سے پہلے انہوں نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ میرا بھارت سرکار کے ممبروں سے تبادلہ خیالات بہت فائدہ مند رہا ہے۔ اور ان سے ذاتی طور پر خوشگوار تعلقات پیدا ہو گئے ہیں۔

جموں ۲۲ر جون۔ آل انڈیا جن سنگھ کے جنرل سیکرٹری شری دین دیال اپادھیائے نے یہاں سے ۵۰ میل دور بھدرواہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ریاست کے کچھ لوگ "آزاد کشمیر" کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ یہ قابل مذمت ہے۔ کیونکہ اس قسم کے نعرے خالی از علت نہیں ہیں اس لئے برداشت نہیں کئے جا سکتے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں خان عبدالغفار جیسے دیش بھگت جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ اور فوج حکومت کر رہی ہے۔ لیکن ہندوستان میں جموں کشمیر بالکل آزاد ہے۔

سری نگر ۲۲ر جون۔ یہاں سے ۱۲ میل دور گاندربل کے مقام پر شیخ عبداللہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ نازک حالات میں میرا لندن جانا مفید ثابت نہیں ہوگا۔ لوگوں نے میرے لندن جانے کے پروگرام کے ساتھ کئی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ میں مسئلہ کشمیر کا کوئی فوری حل لندن سے لے کر آؤں گا۔ لیکن میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ اُنہوں نے کہا کہ پردھان منتری شری لال بہادر شاستری اور پاکستان کے پریذیڈنٹ ایوب خاں پہلی بار ایک دوسرے کو مل رہے ہیں اس لئے انہیں ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقعہ دیا جانا چاہیئے۔ اور اُن کے درمیان کسی تیسرے شخص کی ضرورت نہیں ہے۔

نئی دہلی ۲۲ر جون۔ پردھان منتری شری لال بہادر شاستری نے کہا ہے کہ وہ بھارت اور پاکستان کے مابین امن اور دوستی قائم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ وہ پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر بھٹو کی طرف بھیجے گئے مبارکباد کے پیغام کا جواب دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ دونوں دیشوں کی بہبودی کا انحصار کافی حد تک اس بات پر ہے کہ ہم امن اور دوستی کے ساتھ رہیں۔ اور اس مقصد کے لئے ہم کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

لدھیانہ (بذریعہ ڈاک) انگلے روز نیو انڈسٹریل کالونی روڈ کے ذمہ داران کی ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ کالونی میں نہرو میموریل سکول کے نام سے ایک سکول کھولا جائے سکول کی ابتدائی تیاری کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب کو عہدیداران منتخب کیا گیا۔ صدر ماسٹر پرکاش سنگھ۔ نائب صدر شری ست پال شرما جنرل سیکرٹری شری ستنام سنگھ سیکرٹری۔ جیت سنگھ کلسی خزانچی۔ سمپورن سنگھ اسسٹنٹ خزانچی رام مورتی۔ عہدیداران عنقریب محکمہ تعلیم کے افسران سے ملاقات کر رہے ہیں۔

ہشیار باش (بقیہ صفحہ ۶)

فسبحان الذی اخزی الاعادی
کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت
دکھاؤ عبلد تر صدق و امانت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت
کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بس خیر اسی میں ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے باہم صلح کی جائے تا ملک حقیقی امن و سلامتی سے ہمکنار ہو سکے۔ ورنہ ایک قیامت کی خبر ہے جو سر پکڑ رہی ہے اور جس کے آثار اب ظاہر ہو رہے ہیں جس کا احساس سنجیدہ طبقہ کر رہا ہے آپ نے مختلف رنگوں میں ان تباہیوں کی خبر دی ہے۔ چنانچہ اسی بارہ میں آپ کو ایک الہام بھی ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔

یہ حملے مختلف رنگوں میں ہوئے اور آئندہ ہونگے۔ طاعون آئی انفلوئنزا آیا۔ قحط پڑا زلزلے آئے جنگوں نے تباہی مچائی۔ ہندوستان میں ۱۹۴۷ء کے فسادات نے کشت و خون اور مال و جان کی تباہی کے جو خوفناک نشانات چھوڑے وہ ابھی باقی ہی تھے کہ تقسیم نمودار ہو گیا۔ اس کے بعد سیلابوں نے اپنا رنگ دکھایا اس کے آثار ابھی باقی تھے کہ دیش میں کھنڈرات پڑ گئے۔ ان کا یہ سلسلہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ سنگال میں پہلے دو ٹکڑے ہوئے تباہی آئی۔ غرضیکہ ان ہولناک تباہیوں کا سلسلہ چلتا جا رہا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔

"گو خدا ایسا نہیں ہے جو اپنی تقدیر کو بدل دے جب تک قوم پر یہ زمانہ کی جنگ کرے وہ قوم اپنے دلوں کے خیالات کو بدل ڈالیں"۔

(تذکرہ طبع اول صفحہ ۵۹۹)

پس ضرورت ہے توبہ کی اور دونوں قوموں میں باہم صلح کی۔ ورنہ آپ نے فرمایا

کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب
آن جاتی ہے میں شہروں کو
گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں
کو ویران پاتا ہوں"۔
آسمان اُسے خاک آگ برسانے
کو ہے۔ اور کام وہ دکھلائے
گا جیسے ہتھوڑے سے لوہا۔
اور بڑے نیم پھیر دیکھیں گے
تم کا نجکد

غرضیکہ آپ نے ان بلاؤں کو تب ہی کی شدت کو پورے طور پر مختلف رنگوں